ومما رزقناهم ينفقون

زکوۃ، عشر، صدقہ فطر کے اہم مسائل

مولف مولانا اسداللہ المدنی

مکتبہ ادراۃ المواعظ

زکوٰۃ کے فضائل اور مسائل

تالیف: مولانا اسداللہ المدنی

ناشر

حیات پبلشر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: زکوٰۃ،عُشر اور صدقہ فطر کے اہم مسائل

مؤلف: مولانا اسد اللہ المدنی

صفحات: ۷۴

ناشر: حیات پبلشرز

کمپوزنگ: ڈاکٹر مفتی حیات محمد عفی عنہ

اشاعت اول: ۱۴۴۷ھ

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت:

ملنے کا پتہ: مدرسہ ادارۃ المواعظ مسجد علی المرتضیٰ سیکٹر ۸، کے ڈی اے کوہاٹ

فہرست مضامین

نمبر شمار	ابواب مضامین	صفحہ نمبر
1	فہرست	4
2	زکوۃ: لغوی تعریف اور اصطلاحی تعریف	9
3	مقصد زکوۃ وفوائد زکوۃ	10
4	زکوۃ ادا کرنے کے فضائل اور ترغیب اور اہمیت	11
5	شرعی تعریف	14
6	زکوۃ کے فوائد وفضائل کا خلاصہ	15
7	زکوۃ ترک کرنے پر عذاب ووعید	16
8	زکوۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے	20
9	مال کن کن صورتوں میں ہوں تو زکوۃ اپنے شرائط کے ساتھ فرض ہوتی ہے	22
10	قومی بچت سرٹیفکیٹس پر زکوۃ کا حکم	23
11	مال تجارت اور مویشی میں زکوۃ	24
12	مال تجارت کسی بھی شکل میں ہو	25
13	تیار کردہ مال برائے فروخت	25
14	فروخت شدہ سامان کی قابل وصول رقم	26
15	دوکان کا اسٹاک جو برائے فروخت ہے	26
16	کمپنیوں کے شئیرز پر زکوۃ کا حکم	27
17	تجارت کی غرض سے خریدی گئی اشیا وجائیداد پر زکوۃ (مختلف اشیا)	28

18	بیچنے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ کی زکوۃ	28
19	تجارت کے لیے پالے گئے بیلوں کی زکوۃ کا حکم	28
20	تجارتی مرغیوں پر زکوۃ	29
21	تجارتی اور کرایہ کی گاڑی میں زکوۃ کا مسئلہ	29
22	کنسٹرکشن (تعمیراتی) کمپنی کی زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ	30
23	شٹرنگ کی لکڑی پر زکاۃ کا مسئلہ	30
24	شاپر کی زکوۃ	30
25	پیٹرول پمپ میں زکوۃ	30
26	ماربل کی کان میں زکاۃ کا مسئلہ	31
27	میڈیسن پر زکاۃ	31
28	کپڑے کی دوکان کی زکوۃ کا مسئلہ	31
29	بھٹی کی اینٹوں پر زکاۃ	32
30	جوتوں کی تجارت	32
31	مویشیوں میں زکاۃ	33
32	زکوۃ دینے والے کی شرائط	33
33	ضروریات اصلیہ کی فہرست	34
34	زکوۃ کی نیت	35
35	قرض کے پیسوں میں زکوۃ کی نیت کرنا	36
36	استعمال شدہ اشیا میں زکوۃ دینا	38

37	مصارف زکوۃ	38
38	ایک غلطی کا ازالہ	41
39	سید اور بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے	43
40	جن رشتہ داروں کو زکوۃ دینا جائز ان کی فہرست	44
41	امام مسجد کو تنخواہ میں زکوۃ دینے کا حکم	47
42	غیر مسلم محتاجوں کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی	48
43	زکاۃ کے پیسوں سے پانی کا پلانٹ لگانا اور تالاب بنانا	48
44	اہم بات (حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور استعمال زکوۃ)	49
45	مویشیوں میں زکوۃ	50
46	اُونٹ کا نصاب	50
47	گائے بھینس کے نصاب کا جدول	52
48	بھیڑ بکریوں کے نصاب کا جدول	52
49	عُشر کا حکم	53
50	عُشر کے مصارف	56
51	شہد میں زکوۃ	56
52	نفلی صدقات وغیرہ	57
53	نفلی صدقے کا حکم اور فضائل	57
54	صدقۃ الفطر	63
55	صدقہ فطر مقرر ہونے کی وجہ	64

56	صدقہ فطر کا وجوب	64
57	نصاب زکوۃ اور نصاب فطر میں فرق	65
58	صدقہ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے	66
59	صدقہ فطر کی مقدار	68
60	صدقہ فطر کے مستحق کون ہیں	69
61	صدقہ فطر سے متعلق متفرق مسائل	69
62	صدقہ فطر کی مقدار روزے کا فدیہ	71

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد:

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: وأقیمو الصلاۃ واٰتُوا الزکوۃ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۳۔پ ۱)

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: وأقاموا الصلاۃ واٰتوا الزکوۃ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۷۷۔پ ۳)

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: واقامِ الصلاۃ وایتا الزکوۃ (سورۃ النور آیت نمبر ۳۷۔پ ۱۸)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: اُمرنا بالصلوۃِ وایتاء الزکوۃ ومن لم یزکِّ فلا صلوۃ لہ
(رواہ الطبرانی فی الکبیر ولہ ۶۲)/ اسناد صحیح ،مجمع والزوائد ۳)

قال رسول اللہ ﷺ: الزکوۃ قنطرۃ الاسلام (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)
(الترغیب والرھیب: ۳۰۰ ج ۱)

عمومی طور پر ایک مسلمان دو طرح کے احکام کا مکلف ہوتا ہے (۱) بدنی (۲) مالی
اور ایک تیسری قسم بھی ہے جو کہ دونوں سے مشترک ہے۔

انہی مالی احکام میں سے ایک زکوۃ ہے۔ زکوۃ اسلام کے ارکان میں ایک اہم ترین رکن ہے جو ہر صاحب نصاب پر سالانہ ڈھائی فیصد کے حساب سے واجب ہے۔ درحقیقت زکوۃ مال کی میل کچیل ہے کہ جس کے نکالنے سے باقی مال پاک صاف ہو جاتا ہے۔ نیز معاشرے سے غربت وافلاس کے خاتمہ کا بہت بڑا سبب ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی جہاں دنیا میں مال کی حفاظت اور اجر وثواب کا باعث ہے وہاں آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور بڑے انعامات کے حصول کا سبب وذریعہ ہے، اور زکوۃ ادا نہ کرنا دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں وبال ہے اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں بے شمار وعیدیں وارد ہوئی ہیں (جن کا ذکر آگے آئے گا)۔

اسلام کے تمام احکام کا خلاصہ دو باتیں ہیں خدا کی بندگی اور بندگان خدا کی مدد، نماز خدا کے سامنے غلامانہ احترام بجالانا ہے، روزہ نفس کی خواہش پر خدا کے حکم کو غالب رکھنے سے عبارت ہے، حج خدا کی شان محبوبیت کا اظہار اور بندوں کا اپنے آقا سے محبت کا نشان ہے۔ تو دوسری طرف ہے۔" زکوۃ "صدقات اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد اور خلق خدا کی

اعانت ہے اور دین کے اس شعبہ کی سب سے جلی اور اہم عنوان یہ اپنے مال میں خدا اور اس کے بندوں کے حق و اعتراف ہے اور نماز کے بعد غالباً سب سے اہم رکن اسلام ہے کہ قرآن میں اکثر مواقع پر نماز کے ساتھ ہی زکوۃ کا ذکر ہے۔

زکوۃ کی اس اہمیت کی وجہ سے اسلام سے پہلے جو اسلامی مذاہب گزرے ہیں ان میں بھی زکوۃ واجب قرار دی گئی ہے، تورات میں دس فیصد خداوند کے لیے دینے کا حکم آیا ہے(اخبار ۳۰،۲۷) اسی طرح ایک موقع پر آدھا مثقال دینے کا حکم دیا گیا ہے۔(خروج،۱۵،۳،۷)

اسلام میں زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ۳۲ مقامات پر صریحاً زکوۃ کا اور ۱۵ مقامات پر صدقہ کا ذکر آیا ہے جو زکوۃ کو بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جن پر زکوۃ فرض ہے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

عن جابر رضی الله عنه قال : قال رجلٌ یا رسول الله: أرایت ان ادی الرجلُ زکاۃ مالِه ، فقال رسول الله ﷺ من ادّی زکاۃَ مالِه فقد ذهب عنه شره (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

زکوۃ کی لغوی تعریف اور اصطلاحی تعریف:

زکوۃ کے معنیٰ ہیں طہارت اور پاکی اور یہ لفظ ظاہری اور باطنی ہر طرح کی پاکی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے (معارف القرآن/ ۱۳۳،۱۱البقرۃ)

آتوا الزکوۃ: لفظ زکوۃ کے معنیٰ لغت میں دو آتے ہیں۔ پاک کرنا اور بڑھنا۔

اصطلاح شریعت میں مال کے اس حصہ کو زکوۃ کہا جاتا ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق کسی مال میں سے نکالا جائے اور اس کے مطابق کیا جائے (معارف القرآن ۱۵۵،البقرۃ)

لفظ زکوۃ کے معنیٰ لغت میں پاک کرنے کے ہیں، اصطلاح شرع میں مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوۃ کہا جاتا ہے اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

(معارف القرآن ۲۹۷، ج ٦، سورۃ المومنون)

زکوۃ کے لغوی معنیٰ بڑھنے اور پاک ہونے کے ہیں۔قرآن وسنت کی اصطلاح میں زکوۃ اس حصہ مال کو کہا جاتا ہے جو فی سبیل اللہ بطور مالیہ کے نکالا جائے۔اس کو زکوۃ کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حسب تصریح قرآن وحدیث زکوۃ نکالنا مال میں برکت اور زیادتی کا سبب ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ زکوۃ نکالنے سے انسان کو باطنی پاکی حاصل ہوجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن وسنت کی اصطلاح میں زکوۃ اس حصہ مال کو کہا جاتا ہے جس کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انسان پر فرض کیا گیا ہے۔کتب فقہ میں بھی زکوۃ اسی معنیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(جواہر الفقہ احکام زکوۃ ۲۱۷)

نماز کی طرح زکوۃ بھی پچھلی تمام امتوں پر فرض تھی اور قرآن وسنت (حدیث) کی رو سے صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر زکوۃ کا فریضہ مکہ مکرمہ میں ہی عائد ہو چکا تھا، البتہ نصاب زکوۃ، مقدار زکوۃ اور مصارف کا تعین وتفصیلات مدینہ منورہ میں تدریجاً نازل ہوئیں۔

مقصد زکوۃ وفوائد زکوۃ:

زکوۃ روزے کے بعد اسلام کا چوتھا اہم رکن ہے جو سال کے آخر میں صاحب نصاب پر معاشرے کے لاچار طبقہ اور خدمت پر مامور افراد کو ادا کرنا ضروری ہے۔زکوۃ اپنی ظاہری پہلو کے اعتبار سے سراسر اجتماعی عمل ہے جس کا مقصد معاشرے کے ضرورت مند طبقات کو امداد پہنچانا ہے، زکوۃ کا دوسرا اہم اور کلیدی مقصد معاشرے میں دولت کے ارتکاز کو روکنا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار ہوکر ظلم اور استحصال کی آماجگاہ بن جاتا ہے جس میں معاشرے کا دولت مند طبقہ غریبوں کے خون پسینے سے اپنے سرمائے میں اضافہ کرنے میں لگا رہتا ہے۔زکوۃ کا ادارہ معاشرے سے معاشی عدم مساوات، ظلم اور استحصال کی بیخ کنی کرکے معاشی استحکام کو فروغ دیتا ہے۔

مسلمانوں پر زکوۃ فرض ہونا محاسن اسلام میں سے ہے کہ غریب مسلمانوں کی مدد ہوسکے اور وہ اچھی زندگی گزار سکیں۔ زکوۃ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ غریب اور امیر کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر احسان کرنے والے سے محبت کرتا ہے، زکوۃ کا ایک فائدہ اپنے نفس کو کنجوسی اور بخیلی جیسے رزائل اخلاق سے بچانا، اور اس کا تزکیہ کرنا بھی فوائد میں سے ہے ان فوائد میں سے مسلمان کو جود وکرم اور حاجت مند پر نرم دل ہونے جیسی اچھی صفات کا

عادی بنانا بھی ہے،فوائد میں سے اپنے مال میں برکت،زیادتی اور اچھے وارث کا حصول بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا۔ (سبا۳۹)

زکوۃ ادا کرنے کے فضائل اور ترغیب اور اہمیت:

(۱)عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول ﷺ۔ بُنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وانّ محمدًا عبدہ ورسولہ، واقام الصلاۃ وایتا الزکوۃ وحج البیت ، وصوم رمضان (رواہ البخاری ومسلم وغیرھما)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (اول) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور ان کے (سچے) رسول ہیں (دوم) نماز قائم کرنا (سوم) زکوۃ ادا کرنا (چہارم) بیت اللہ شریف کا حج کرنا (پنجم) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

حدیث بال میں جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد کا ذکر ہے علما کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا نکار کرنے والا کافر ہے۔یہی اہم العبادات ہے۔

(۲)وعن ابی ھریرۃ وأبی سعید رضی اللہ عنہما قالا: خطبنا رسول ﷺ فقال: والذی نفسی بیدی ثلاث مرّت ثم أکبّ، فاکبّ کل رجلٍ مِنّا یبکی لایدری علی مذاحلف؟ ثم رفع راسہ وفی وجھہ البشریٰ فکانت احبّ الینا من حُضرٍ النَّعم، قال: مامن عبد یصلی الصلواتِ الخمس، ویصومُ رمضان ویُخرِجُ الزکاۃ ویجتنبُ الکبائر السّبع الا فتحت لہ ابواب الجنۃ، وقیل لہ ادخُل بسلام (رواہ النسائی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ وابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا (جس میں) ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تین بار یہ قسم ارشاد فرمائی پھر اپنے سر مبارک کو جھکایا (یہ دیکھ کر) ہم میں سے ہر شخص نے سر جھکا کر رونا شروع کر دیا کہ نہ معلوم کس بات پر آپ ﷺ نے قسم کھائی

ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کو اس حال میں اٹھایا کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی تھی اور آپ ﷺ پر خوشی ومسرت دیکھنا ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔ارشاد فرمایا جو بندہ پانچ نمازوں کا اہتمام کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور زکوۃ ادا کرے اور سات بڑے گناہوں (اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے، جادو، ناحق قتل کرنے، سود، یتیم کا مال کھانے، میدان جنگ میں پیٹھ موڑ کر بھاگنے، پاک دامن عورت پر تہمت لگانے) سے بچے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کو کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجا۔

(۳)وعن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: اتى رجلٌ من تميم رسول ﷺ فقال: يارسول ﷺ: انى ذو مال كثير : و ذو أهلٍ وحاضرةٍ فاخبرنى كيف أصنع و كيف أنفقُ ؟ فقال: ﷺ : تخرجُ الزكاة من مالك ، فانهاطُهرة تُطهرُكَ وتصل اقربائك،وتصرف حق المسكين والجار والسائل (رواہ احمد)

ترجمہ:حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں قبیلہ تمیم کے ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بہت کچھ مال وجائدداد اور اہل وعیال رکھتا ہوں اس لیے آپ مجھے بتائے کہ میں کیا کروں اور کس طرح خرچ کروں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے اپنے مال کی کی زکوۃ نکالو۔اس لیے کہ زکوۃ پاک کرنے والی چیز ہے یہ تمہیں پاک کردے گی۔ اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسکین کا، پڑوسی کا اور (ضرورت مند) سائل کا حق پہچانو۔

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے باقی مال بھی اور انسان بھی پاک اور طیب بن جاتا ہے۔

خود قرآن میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

خُذمن اموالهم صدقةً تطهرهم وتزكيهم بها۔(توبہ آیت ۳)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے۔جس کے ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار) پاک صاف کردیں

گے۔

(۴)وعن ابی الدرا ء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ : خمسٌ من جآ بھن مع ایمان دخل الجنۃ : من حَافَظَ علی الصلواتِ الخمس علیٰ وُضوئِھن ورکوعھن وسجودھن ، ومواقیتھن ، وصام رمضان وحجّ البیت ان استطاع الیہ سبیلاً واعطی الزکاۃ طیبۃً بھا نفسہ (رواہ الطبر انی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابودردا ءرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو ان کو اللہ کے دربار میں ایمان کے ساتھ لے کر آئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جوشخص پانچ نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنے کا اہتمام کرے، ان کے وضو، رکوع، سجدہ کو بھی آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اگر قدرت ہو تو بیت اللہ کا بھی حج کرے اور زکوۃ طیب خاطر (خوشی) سے ادا کرے۔

(۵)وعن ابی الدردا ء رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: الزکاۃُقنطرۃ الاسلام (رواہ الطبر انی فی الاوسط الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابودرداؓ ءنبی کریم ﷺ کا ارشادنقل کرتے ہیں کہ زکوۃ اسلام کا (بہت بڑامضبوط) پل ہے۔

فائدہ: جیسا کہ مضبوط پل کسی جگہ جانے کا ذریعہ اور سہولت کا سبب ہوتا ہے اسی طرح زکوۃ اسلام کی حقیقت تک سہولت سے پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے عالی دربار تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہے۔عبدالعزیز بن عمرؒ،حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پوتے فرماتے ہیں کہ نماز مجھے آدھے راستے تک پہنچادے گی اور روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہنچادے گا اور صدقہ (زکوۃ) بادشادہ کے پاس پہنچادے گا۔

(۶)وعن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رجلٌ یا رسول اللہ ﷺ ان أدّی الرجُلُ زکاۃ مالہ؟ فقال رسول اللہ ﷺ : من ادّی زکاۃ مالہِ فقد ذَھَبَ عنہ شرُّہ (رواہ الطبر انی فی الاوسط واللفظ لہ وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم مختصراً۔ اذا أدّیت زکاۃ مالك فقد أذھب عنك شرہ. وقال: صحیح علی شرط مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ایک شخص اپنے مال کہ زکوۃ ادا کرتا ہے۔ آپ ﷺ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: جوشخص مال کی زکوۃ ادا

کرے، تو اس مال کا شر اس سے جاتا رہتا ہے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ تو جب زکوۃ ادا کردے تو تو نے اپنے مال کے شر کو زائل کر دیا۔

شر کی تعریف:

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا کہ لفظ شر دو چیزوں کے لیے عام اور شامل ہے ایک آلام و آفات جن سے براہ راست انسان کو رنج و تکلیف پہنچتی ہے، دوسرے وہ چیزیں جو آلام و آفات کے موجبات و اسباب ہیں۔ اس دوسری قسم میں کفر و شرک اور تمام معاصی بھی لفظ شر کے مفہوم میں داخل ہے (معارف القرآن ص ۸۴۸ ۲، ج ۸، سورۃ علق پ ۳۰)

(۷) وعن الحسن رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : حصِّنوا أموالكم بالزكاة وداؤ امرضاكم بالصدقةِ واستقبلوا أمواج البلاء بالدّعاء والتضرُّع (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت حسنؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے مالوں کی زکوۃ کے ذریعہ محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو اور بلا اور مصیبت کی موجوں کی دُعا اور اللہ کے سامنے عاجزی سے استقبال کرو۔

فائدہ: ظاہر میں زکوۃ دے دینے مال کی کمی دیتی ہے لیکن درحقیقت اس سے مال کی بڑھوتری اور حفاظت ہے، تحصین کے معنیٰ اپنے چاروں طرف قلعہ بنا لینے کے ہیں، یعنی جیسا کہ آدمی قلعہ میں بیٹھ جانے سے ہر طرف سے محفوظ ہو جاتا ہے ایسے ہی زکوۃ کا ادا کرنا اس مال کو ایسا محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ وہ مال قلعہ میں محفوظ ہو گیا ہو۔ اور بیمار کے علاج کے لیے یہاں اور تدبیریں ہیں ان میں سے ایک مؤثر تدبیر یہ بھی ہے کہ شفاء کی نیت سے اللہ کے لیے کچھ صدقہ خیرات کیا جائے۔

(۸) وعن عبدالله بن معاويه الغاضريّ رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ ثلاث من فعلهنّ فقد طعِمَ طعم الايمان : من عبدالله وحده وعلم أن لا اله الا اللهُ، وأعطى زكاة ماله طيبةً بها نفسه رافدةً عليه كل عامٍ وله بعط الهرمة ولا المريضة، ولا الشرط اللئيمه ولكن من وسط أموالكم، فانّ الله لم يسالكم خيره ولم يامركم بستره (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن معاویہ غاضری ؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص تین کام کرلے اس کو ایمان کا مزہ آجائے۔صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کو اچھی طرح جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اور ہر سال زکوۃ کو خوش دل سے ادا کرے (بوجھ نہ سمجھے) اس میں (جانوروں کی زکوۃ میں) بوڑھا جانور یا خارشی جانور، یا مریض یا گھٹیا قسم کا جانور نہ دے۔بلکہ متوسط جانور دے اللہ تعالیٰ زکوۃ میں تمہارے بہترین مال نہیں چاہتا لیکن گھٹیا مال کا بھی حکم نہیں فرماتا۔

(۹)عن ابی أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : مامن يومٍ يصبح العبادہ فيه الا ملكان ينزلان فيقول أحدهما اللهم اعط منفقًا خلفًا ويقول الاخر اللّهم اعط ممسكًا تلفًا (صحیح بخاری ص ۱۹۴ ج ۱ کتاب الزکوۃ))

ترجمہ: حضرت ابوهريرةؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں ایک دُعا کرتا

ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما اور دوسرا دُعا کرتا ہے اے اللہ بخیل کا مال برباد کر۔

(۱۰)عن أبی أُمامة رضی الله عنه قال: قال رسول ﷺ : يا ابن ادم ان لك ان تبدل الفضل خير لك وان تمسكه شر لك ولا تلامُ على كفافٍ وابدأ بمن تعُول (رواہ مسلم فی باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلى)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی آدم! تو ضرورت سے زائد مال کو خرچ کردے یہ تیرے لیے بہتر ہے، اگر تو اس کو خرچ کرنے سے روکے تو یہ تیرے لیے بُرا ہے۔بقدر کفایت رکھنے پر کوئی ملامت نہیں اور خرچ کرنے میں ان سے ابتداء کر جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔

زکوۃ کے فوائد وفضائل کوخلاصہ:

۱۔زکوۃ کے صحیح ادائیگی کرنے والے میں فقیروں،یتیموں وغیرہ پر رحم وشفقت پرورش پاتی ہے۔

۲۔اس کے ذریعے مالداروں سے حرص،بخل اور حسد جیسی برائیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے اور وہ اس قسم کی برائیوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

۳۔زکوۃ کی صحیح ادائیگی سے بندوں کے اندر سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے اور ترقی کرتی ہے۔

۴۔اس کی وجہ سے شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔زکوۃ دینے والا مال کو اپنا مال نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کی طرف سے ملی ہوئی نعمت سمجھتا ہے اس لیے وہ کسی فقیر،یتیم کی کفالت اور اس کے ساتھ تعاون کو ایسی سعادت سمجھتا ہے کہ میرے رب نے مجھے مال ودولت بھی دی پھر یہ احسان بھی فرمایا کہ مجھے اپنے بندوں کی مالی خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔

۵۔اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں زکوۃ وصدقات دینے والے کی عزت ومحبت ڈال دیتا ہے۔

۶۔اس کی وجہ سے معاشرے کے اندر اجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔

۷۔اس کی وجہ سے فقیر لوگ حسد اور بُرے جذبات سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ جب فقراء اور بے بس لوگ مالداروں کو اپنا ہمدرد پائیں گے تو یقیناً ان کے دلوں میں اپنے محسنوں کے لیے محبت اور ان کے ساتھ تعاون کا جذبہ پیدا ہوگا۔اور ان کے اندر حسد کے بجائے خیر خواہی کے جذبات پرورش پائیں گے جس کی وجہ سے دوسرے معاشی جرائم سے معاشرہ کافی حد تک پاک رہ سکے گا۔

۸۔زکوۃ دینے والا اگر زکوۃ کو فقیر کا حق سمجھے اور اس کی ادائیگی میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی نیت ہو۔فقیر اور نادار کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ ہو تو دینے والے کا یہ خلوص اور پاک جذبہ زکوۃ لینے والے کے اندر بھی سرایت کرجاتا ہے اور اس کے اندر بھی رحم اور دوسروں کے ساتھ تعاون اور ان پر خرچ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے،اور بالآخر یہ بھی لینے کے بجائے زکوۃ یا صدقہ وخیرات دینے والا بن جاتا ہے۔

زکوۃ ترک کرنے پر عذاب وعید:

زکوۃ کی فضیلت اور اس کے ادا نہ کرنے پر عذاب کے بارے میں بہت سی آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ موجود ہیں یہاں بطور نمونہ اس کے ترک کرنے کی وعید میں صرف چند آیات اور احادیث کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔والذِین یکنزُون الذّھبَ والفِضّةَ ولا یُنفقونھا فی سبیل اللهِ فبشرھم بعذابٍ الیمٍ یوما یحمیٰ علیھا فی نارِ جھنّم فتُکویٰ بھا جِباھُہُم وجُنوبہُم وظُھُورھُم ھٰذا ماَ کنزتم لانفسکم فذُوقُوا ما کنتم تکنزُون (التوبۃ۳۵،۳۴)

ترجمہ: یعنی اور جولوگ سونا چاندی (وغیرہ مال ودولت) بطور ذخیرہ کے جمع رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان کو بڑے دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو (یہ عذاب انہیں اس دن ہوگا) جس دن ان کی جمع کردہ دولت (سونا، چاندی وغیرہ) کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان (گرم تختیوں) سے ان لوگوں کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا اور (عاردہ کران سے) کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جو جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا تو اب تم اپنی ذخیرہ اندوزی کا مزہ چکھو۔

اگر کوئی مالدار مال کے حقوق ادا نہیں کرتا، تو قیامت کے دن میدان حشر میں جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہونے سے پہلے ایک دردناک سزا تو یہ دی جائے گی کہ اس مال کو خوب تیز گرم کیا جائے گا اس طرح کہ اس دولت پر آگ دہکائی جائے گی۔ جو چیز آگ کے اوپر رکھ کر گرم کی جاتی ہے وہ اتنی گرم نہیں ہوتی جتنی آگ کے نیچے رکھ کر اس پر آگ دہکا کر گرم ہوتی ہے۔ اس لیے تحمیٰ ھِیَ کے بجائے تُحمیٰ علیھا فرمایا۔

پھر یہ گرم کرنا جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ہوگا جس کی گرمی العیاذ باللہ! پھر اس سے اس کی پیشانی پہلو اور پیٹھ داغی جائے گی اور اس مالدار کا جسم اتنا موٹا کر دیا جائے گا کہ سارے روپیوں کا الگ الگ داغ سکے کوئی روپیہ دوسرے روپے سے لگنے نہ پائے گا، کیونکہ بخیل دولت مند سے جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے کہا جاتا تھا تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے تھے، زیادہ کہا جاتا تھا تو اعتراض کر کے اُدھر سے پہلو بدل لیتا تھا۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچتی تو

پھر پیٹھ پھیر کر چل دیتا، اس لیے اس کی دولت تپا کر انہی تین موقعوں پر داغ دیا جائے گا۔

اور دوسری سزا یہ دی جائے گی کہ اس کی دولت قیامت کے دن زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی، انتہائی زہریلے پن کی وجہ سے اس ناگ کے سر کے بال بھی جھڑ گئے ہوں گے، جس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے پھر وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بن جائے گا پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں! میں تیرا خزانہ ہوں! تو اپنی دولت پر سانپ بنا بیٹھا تھا، خرچ کرنے کے موقعوں پر بھی خرچ نہیں کرتا تھا، اب مزہ چکھو اس کا (ہدایت القرآن ج ۳ ص ۲۷۷)

۲۔ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ، عُرِض علیّ أوّل ثلاثۃ یدخلون الجنۃ واوّل ثلاثۃ یدخلون النار فأما اوّل ثلاثۃ یدخلون الجنۃ فالشھیدُ وعبدٌ مملوکٌ، احسن عبادۃ ربہِ، ونصح لیسدہ، وعفیفٌ معتفِّفٌ و عیالٍ وأمّا اوّل ثلاثۃ یدخلون النار فأمیرٌ مسلطٌ ودُو ثروۃٍ من مالٍ لا یودّی حق اللہ فی مالہ وفقیر فخُورٌ۔ (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ وابن حباب مفرقا موضعین) (الترغیب والترھیب ۵۲۲/۴)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر تین (قسم کے) آدمی پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور تین وہ جو سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوں گے تین وہ جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان میں پہلا شہید ہے اور دوسرا غلام ہے جس نے اپنے رب کی عبادت کو خوب اچھی طرح کیا اور اپنے مولا کی خدمت بھی کی۔ اور تیسرا اہل وعیال والا وہ شخص ہے جس کو اللہ نے جو روزی دی اس پر قناعت کی اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچتا رہا۔ اور وہ تین جو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے ایک تو ظالم بادشاہ اور دوسرا مالدار جو اپنے مال میں سے اللہ کا حق ادا نہیں کرتا (زکوۃ نہیں دیتا) اور تیسرا وہ فقیر جو باوجود فقر کے تکبر کرتا ہو۔

۳۔ وعن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: امرنا باقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ ومن لم یزك فلا صلاۃ لہ، رواہ الطبرانی موقوفا ھکذا باسانید أحدھما صحیح والا صبھانی۔ وفی روایۃ لا صبھانی قال: من أقامَ الصلاۃ ولم یؤتِ الزّکاۃَ فلیس بمسلمٍ ینفعُہُ عمَلُہُ (الترغیب والترھیب ۵۳۳/۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو زکوٰۃ نہ دے تو اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

فائدہ: اس لیے کہ اسلام کے چاروں ارکان بمنزلہ چار ستونوں کے ہیں، اگر ایک ستون بھی گر جائے تو ساری عمارت ہل جاتی ہے بسا اوقات گر کر ختم ہو جاتی ہے اور حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ نماز پر جو ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ملتا ہے وہ بھی نہیں ملے گا اگر چہ فرض ادا ہو جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ (کامل) مسلمان نہیں اس کو اس کے نیک عمل فائدہ نہ دیں گے (اصبہانی) یعنی دوسرے اعمال سے زکوٰۃ نہ دینے کا وبال نہیں ٹلے گا اس کا مطالبہ بدستور رہے گا۔

۴۔ وعن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ما منع قومٌ الزکوۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین، (رواہ الطبرانی فی الاوسط) (الترغیب والترھیب ۷/۵۲۵)

ترجمہ: حضرت بریدۃؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو قوم بھی زکوٰۃ کو روک لیتی ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ الہ تعالیٰ ان سے بارشیں روک لیتا ہے۔

۵۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: خمسٌ بخمسٍ، قیل یارسول اللہ ما خمسٌ بخمسٍ؟ قال: ما نقض قومٌ العھد الا سُلِّط علیھم عدُوُّھُم وما حکموا بغیر ما انزل اللہ، الا فشا فیھم الموت، ولا منعوا الزکاۃ الا حبِسَ عنھم القطر، ولا طفّفوا المکیالَ الا حُبِسَ عنھم النّباتُ وأُخِذوا بالسنین۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر، الترغیب والترھیب ج۹، ۵۲۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزیں، پانچ چیزوں کے بدلہ میں ہیں کسی نے عرض کیا یارسول اللہ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ جو قوم معاہدہ کی خلاف ورزی کرتی ہے اس پر دشمن غالب آجاتا ہے۔

۲۔ اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم کریں گے ان میں اموات کی کثرت ہو گی۔

۳۔ اور جو لوگ زکوٰۃ کو روک لیں گے ان پر بارش بند کر دی جائی گی۔

۴۔اور جولوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کی پیداوار کم ہوجائے گی اور قحط مسلط ہوجائے گا۔

۶۔ وعن اسماء بنت یزید رضی اله عنهما قالت: دخلتُ أنا وخالتي على النبي ﷺ وعلينا أسورةٌ من ذهب ، فقال لنا: أتعطيان زكاته؟ قالت: لا ، قال: أما تخافان أن يُسوركُما الله أسورةٌ من نارٍ أدِّيا زكاته (رواه احمد بالسناد حسن، بالترغیب والترھیب ۵۳۱/۱۳)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنھما بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ہمارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے عرض کردیا کہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائیں۔ان کی زکوۃ ادا کیا کرو۔(احمد)

یہ روایت اس مضمون میں صاف اور واضح ہے کہ جہنم کی آگ اس کے بدلہ میں پہننا اسی صورت میں ہے کہ ان کی زکوۃ ادا نہ کی جائے۔عورتوں کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔کہ جو زیور آج بدن کی زینت بن رہا ہے وہ زکوۃ ادا نہ کرنے کی صورت میں کل جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بن کر بدن کا عذاب بنے گا۔

زکوۃ کس قسم کے کے مال پر فرض ہے:

واضح رہے کہ زکوۃ صرف ان چیزوں پر فرض ہے، جو عادۃ بڑھتی ہوں (خواہ حقیقتاً بڑھے یا حکمًا) جیسے سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اور مویشی۔

چونکہ سونا، چاندی اور نقدی کو شریعت نے تجارت کا ذریعہ قرار دیا ہے، خواہ اس کو زیور کی شکل میں بنا کر رکھے یا سونے چاندی کے ٹکڑے بنا کر رکھے، ہر حال میں وہ تجارت کا مال ہے، اسی لیے سونے چاندی پر خواہ کسی صورت میں بھی ہوں، زکوۃ فرض ہوتی ہے، بشرطیکہ اس کی مالیت بقدر نصاب یا اس سے زیادہ ہو۔

ان اموال کے علاوہ ذاتی مکان، دکان، برتن، کپڑتے ، جوتے ،فرنیچر اور دیگر گھریلو سامان،فیکٹر کی مشینری اور جواہرات خواہ کتنی ہی قیمت کے ہوں،اگر تجارت کے لیے نہیں ہیں تو ان پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی فروخت کرنے کی نیت سے خریدی گئی ہو اور اس کی قیمت نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس پر زکوۃ فرض ہوگی۔

دلائل:منها كون المال ناميا لان معنىٰ الزكاة وهو النماء لا يحصل الامن المال النامي ولسنا نعني به حقيقية نماء كان ذلك غير معتبر وانما نعني به كون المال معدا للاستنماء بالتجارة ...والتجارة سبب لحصول الربح فيقام مقام السبب.... والتجارة في اموال التجارة الا ان الاعداد للتجارة في الأثمان المطلقة من الذهب والضفة ثابت بأصل الخلقة لانها لا تصلح للانتفاع بأعيانها في دفع الحوائج الأصلية فلاحاجة الاعداد من العبد للتجارة بالنية اذا النية للتعين وهي متعية للتجارة بأصل الخلقة فلا حاجة الى التعين بالنية فتجب الزكاة فيها نوى التجارة أولم ينو أصلا أدنوى النعقة الخ

(بدائع الصنائع ،کتاب الزکاۃ ،فصل وأما الشرائط التی ترجع الی المال ۲/11،سعید)

س: سونے کی مقدار جس پر زکاۃ فرض ہوتی ہو کتنی ہو؟

ج: اگر کسی کی ملکیت میں صرف سونا ہو اس کے علاوہ کوئی نقد، چاندی یا مال تجارت نہ ہو تو زکاۃ لازم ہونے کے لیے ساڑھے سات تولہ سونا ہونا ضروری ہے۔لیکن اگر سونے کے ساتھ ساتھ نقدی، چاندی یا مال تجارت میں سے کچھ ملکیت میں ہو تو ساڑھے سات تولہ والا اعتبار نہیں بلکہ اگر ان مملوکہ اشیاء مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جائے تو زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

س: کتنے گرام چاندی پر زکاۃ فرض ہے؟

ج: چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے موجودہ گرام کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۶۰ ۳ ملی گرام کا ہوتا ہے۔

س: کتنی رقم پر زکوۃ فرض ہے؟

ج: اگر کسی شخص کی ملکیت میں سونا، چاندی یا مال تجارت نہیں بلکہ صرف نقد رقم ہے، تو اس صورت میں اگر وہ نقد رقم ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت تک پہنچ جاتی ہے، اور یہ نقد رقم محفوظ اور اس شخص کی ضروریات سے فارغ ہو تو سال گزر جانے پر مجموعی رقم پر زکاۃ لازم ہوگی۔

مال کن کن صورتوں میں ہوں تو زکوۃ اپنے شرائط کے ساتھ فرض ہوتی ہے:

۱۔مستقبل کے کسی بھی مقصد مثلاً حج یا شادی یا گھر بنانے کے لیے جمع شدہ رقم اگر ان کو مطلوبہ کاموں میں نہیں لگا یا اور رقم پر سال گزر گیا اور یہ نصاب کے برابر ہے اور قرض دار بھی نہیں تو اس رقم پر زکوۃ فرض ہوگی حولان حول کے شرط کے ساتھ۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما اذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض، أو وجد اليد دون الملك كملك الكاتب والمديون لا تجب فيه الزكاة۔

۲۔اسی طرح بینک میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے اگر نصاب کے برابر ہوں اور ان پر سال گزر چکا ہو۔

اعلم أن الديون عند الامام ثلثة، قوي و متوسط وضعيف، فتجبُ زكوتها واذا تم نصابًا وحال الحول الخ۔ (الدرالمختار ج ۲،ص ۳۰۵)

۳۔اسی طرح کسی کے پاس امانت رکھی ہو رقم اگر وہ نصاب کے برابر ہو اور ان پر سال گزر چکا ہو اس پر قرض بھی نہ ہو تو رکھوانے والے شخص پر اس رقم کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہے۔((الدرالمختار ج ۲،ص ۳۰۵)

۴۔**انشورنس پالیسی:** یہ شرعًا جائز نہیں، تاہم اگر کسی نے لی ہو تو اس نے کمپنی کے پاس جتنی رقم جمع کی ہے اگر وہ رقم اکیلے یا دوسرے رقموں کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچتی ہو تو اس رقم کی زکوۃ بھی واجب ہے۔البتہ اس کی ادائیگی فی الفور لازم نہیں ہے، جب وہ رقم وصول ہو جائے تو گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی واجب ہوگی۔اس لیے بہتر ہے کہ دوسری اجناس

کی کی زکوۃ دیتے وقت ہر سال اس رقم کی زکوۃ بھی ادا کی جائے جوانشورنس کمپنی کے پاس جمع ہے

(الدرالمختار ج ۲،ص ۳۰۵)

۵۔ اگر رقم قرض کے طور پر کسی کو دی ہوئی ہے تو زکوۃ کی ادائیگی قرض دینے والے پر لازم ہے نہ کہ قرض لینے والے پر۔ البتہ زکوۃ کا ادا کرنا قرض وصول ہونے کے بعد لازم ہوگا۔ اور اگر قرض وصول ہونے سے پہلے زکوۃ ادا کر دی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ وصول ہونے کے بعد گزشتہ ادا کردہ زکوۃ دوبارہ دینا لازم نہیں ہوگی۔

عن ابن عمر قال: زکوا ما کان ایدیکم فما کان من دین ثقة فزکوة. وما کان من دین ظنون فلا زکاة فیه حتی یقضیه صاحبه (السنن الکبریٰ للبیہقی باب زکاۃ الدین، ج ۶،ص ۶۹، ر ۵ قم ۷۱۷۷ ط، دارالفکر)

۶۔ کسی بھی قسم کا جمع کروایا ہوا قابل واپسی زرضمانت بطور ایڈوانس/ زرضمانت کے طور پر مالک دکان یا مکان کے پاس جمع کرائی گئی رقم اصل مالک (کرایہ دار) کی ہی ملکیت ہوتی ہے، اگر یہ نصاب کے برابر یا زائد ہو تو اس کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہے اگر ادا نہیں کی تو وصول ہو جانے کے بعد گزشتہ تمام سالوں کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

(ولو کان الدین علی مقر ملیئ۔۔۔(فوصل الی ملکه لزم زکاة مامضی) (الدرالمختار ۲۶۶/۲)

واضح رہے کہ کاروبار میں لگائے ہوئے سرمائے اور اس کے ذریعے حاصل شدہ نفع دونوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ البتہ سال پورے ہونے پر اس وقت موجود سرمایہ اور اخراجات منہا کرنے کے بعد حاصل ہونے والے نفع پر زکوۃ واجب ہوگی۔

قیمة العروض للتجارة تضم الی الثمنین لأن الکل للتجارة وضعًا وجهلًا (الدرالمختار ۳۰۲،۳، ط، کراچی)

۷۔قومی بچت سرٹیفیکٹس پرزکوۃ کاحکم:

مذکورہ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا جائزنہیں ہے اس پر ملنے والا نفع سود ہے،لہذا جس قدر جلد ہوسکے اس سے رقم نکلوالیں اورتوبہ واستغفار بھی کریں۔

۸۔اس میں جمع کرائی گئی اصل رقم اگرنصاب کے برابر یااس سے زیادہ ہو۔یا آپ پہلے ہی صاحب نصاب ہوں تو اس پرزکاۃ واجب ہوگی۔منافع کے نام سے ملنے والی یہ رقم سود کی رقم ہے اورحرام مال میں زکاۃ واجب نہیں ہوتی۔اس کا حکم یہی ہے کہ اگر اصل مالک تک پہنچاناممکن ہوتو اسے لوٹائی جائے،ورنہ ثواب کی نیت کے بغیر اسے کسی مستحق کو دے دیا جائے۔(رقم الفتویٰ:۱۴۴۰۰۸۲۰۰۹۹،دارالافتاءجامعہ علوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

۹۔کمیٹی(بی سی) کی جوقسطیں اب تک جمع کرائی ہیں اور کمیٹی وصول نہیں کی۔اگر کمیٹی وصول نہ کی ہوتو (بی سی) کمیٹی میں جتنی رقم (قسطیں) آدمی جمع کرواچکا ہے اگر وہ رقم تنہا یادوسرے اموال کے ساتھ مل کر زکاۃ کے نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کوپہنچ جاتی ہے تو اس رقم کی زکاۃ ادا کی جائے گی۔البتہ فوری انتظام نہ ہوتو یہ اختیار ہے کہ جب بی سی کی رقم مل جائے اس وقت زکاۃ ادا کردے اوراگر آدمی پہلے سے صاحب نصاب نہیں ہے اور کمیٹی میں جمع کردہ رقم زکاۃ کے نصاب کے برابرنہیں تو اس رقم پرزکاۃ لازم نہیں۔

اوراگرکوئی شخص کمیٹی وصول کرچکا ہوتو زکوۃ کی ادائیگی کے وقت کمیٹی کی جورقم اس کے پاس موجود ہوگی اس مجموعی رقم میں سے جتنی قسطیں باقی ہی،وہ سب قرضہ ہیں انہیں منہا کرکے بقیہ کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

ان دیون عند الامام ثلاثه: قوی ومتوسط وضعیف، فتجب زكاتها اذا تم نصابًا وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة ، كلما قبض أربعين درهما يلزمه درهم الخ (الدرالمختار ج۲،ص۳۰۵باب الزکاۃ المال،ط،سعید)

(فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد)(الدرالمختار ۲/۲۵۹،ط،سعید)

مال تجارت اور مویشی میں زکوۃ:

شریعت نے جن اموال میں زکوۃ واجب قرار دی ہے ان میں ایک سامان تجارت ہے۔حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ ہمیں ان اشیاء کی زکوۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے جو فروخت کرنے لیے ہوں (کان یامرنا, ان نخرج الصدقة من الذی یعد للبیع،ابوداؤد ا/۲۲۵)

مال تجارت میں بھی زکوۃ واجب ہونے کی وہیں شرطیں ہیں، جو دوسرے اموال زکوۃ میں ہیں اگر مال تجارت چاندی کے نصاب کی قوت خرید کو پہنچ جائے تو ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔اگر مال تجارت نصاب سے کم ہو اور کچھ سونا یا چاندی ہو تو یہ مال تجارت بھی سونے چاندی کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا۔اگر ان کی مجموعی قیمت سے چاندی کا نصاب پورا ہو جائے تو زکوۃ واجب ہو جائے گی۔

مال تجارت کسی بھی شکل میں ہو:

ا۔کسی بھی شکل میں موجود خام مال:

خام مال سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کو کسی مخصوص مصنوعی کی تیاری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً کپاس کو کپڑا بنانے کے لیے اور گاڑی کے مختلف پرزوں کو گاڑی بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ایک صنعت کا تیار مال دوسری صنعت کے لیے خام مال کا کام دے سکتی ہے۔

لہٰذا اگر خام مال تجارت کے لیے ہو تو اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہے جبکہ چاندی نصاب (جو تقریباً ۶۱۳ گرام ہے) کی قیمت کے بقدر ہو اور سال گزر جائے۔

نوٹ بہت سے لوگ خام مال کو نہیں سمجھتے اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔

مثلاً ہم سب مٹھائی کھاتے ہیں۔اگر کسی وجہ سے نہیں بھی کھاتے تو پھر بھی ہم نے نام ضرور سُنا ہے۔اچھے اجزاء سے اچھی مٹھائی بنتی ہے،اجزاء سے مراد گھی،چینی،پستے،بادام،اخروٹ،بیسن،سوجی وغیرہ اور اسی نوعیت کی دوسری چیزیں جس سے لذیز مٹھائی بنتی ہے،ان اجزاء کو خام مال کہتے ہیں،مختصر یہ کہ وہ تمام غیر تیار شدہ اشیاء جن سے مختلف

دوسرے سامان تیار ہوتے ہیں، ان کو خام مال کہا جاتا ہے۔

۲۔تیار کردہ مال برائے فروخت:

چاندی نصاب جوتقریباً ۶۱۳ گرام ہوتا ہے کی قیمت کے بقدر اور سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہو جاتی ہے۔

۳۔فروخت شدہ سامان کی قابل وصول رقم:

فروخت شدہ سامان کی قابل وصول رقم اگر چاندی کی نصاب کی بقدر ہو یا چاندی کے نصاب کے بقدر تونہیں لیکن ساتھ سونا یا چاندی یا اور کسی صورت میں نقدی پڑی ہے تو ملا کر دیکھا جائے گا اگر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اور سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہے۔

۴۔دکان کا اسٹاک جو برائے فروخت ہے۔

دوکان میں جو بکنے کا سامان ہے جسے مال تجارت کہتے ہیں سال پورا ہونے پر جس قدر مال دکان میں موجود ہے اس کی بازاری قیمت پر 2.5 فیصد زکوۃ واجب ہے۔

واضح رہے کہ تجارتی مال کی زکوۃ ادا کرنے میں قیمت خرید کا اعتبار نہیں۔ بلکہ قیمت فروخت کا اعتبار ہے یعنی زکاۃ نکالتے وقت بازار میں سامان کو فروخت کرنے کی جو قیمت ہے اسی قیمت سے ڈھائی فیصد زکاۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

ہاں جو واجب الاداء اخراجات مثلاً جو ادائیگیاں باقی ہیں یا دیگر قرض وغیرہ منہا کریں اور اس کے بعد جتنی مالیت بچے اس کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد زکاۃ ادا کر دیں۔

تاہم اگر پوری کوشش کے باوجود کسی وجہ سے دکان کا مکمل حساب ممکن ہو ہو تو اندازہ لگا کر اس میں کچھ اضافہ کر کے زکاۃ ادا کرے، تا کہ زکاۃ واجب مقدار سے کم ادا نہ ہو۔

(وجاز دفع القیمة فی زکاۃ و عشر وخراج وفطرة ونذر و کفارة غیر الاء عتاق) وتعتبر القیمة یوم الواجب: وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعا، وهو الاصح ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففیٔ اقرب الامصار الیه. (شامی، باب الزکاۃ الغنم، ط، سعید ۲/۲۸۶)

(ومنها حولان الحول (على المال) العبرة فى الزكاة للحول القمرى كذا فى القنية، واذا كان النصاب كاملا فى طرف الحول فنقصانه فيما بين ذلك لا يسقط الزكاة كذا فى الهداية (ھندیہ کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۷۵، رشیدیہ)

ایک سوال کریانہ اسٹور کے متعلق یہ کیا جاتا ہے کہ دوکان کے مال پر زکوۃ کا کیسے پتہ چلے گا جبکہ اس کے مال پر سال کا گزرنا شرط ہے اور عموماً چیزیں کچھ دنوں کے بعد ختم ہوجاتیں ہیں۔ نیا مال آتا ہے اس طرح تازہ مال وغیرہ بھی روز بروز آتا ہے جیسے سبزیاں وغیرہ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وجوب زکاۃ کے لیے مال کا سال شروع اور آخر میں قدر نصاب ہونا شرط ہے اگرچہ درمیان سال وہ مال اس سے حاصل شدہ نفع قدر نصاب سے کم ہی کیوں نہ ہو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

لیکن اگر درمیان سال مال یا اس سے حاصل شدہ نفع بالکل ہی ختم ہوگیا ہو تو ایسی صورت میں زکاۃ واجب نہ ہوگی۔

اس پر کریانہ کی دوکان کے مال کو قیاس کیا جائے گا اگر وہ مال سال کے شروع اور آخر میں نصاب کی مد کو پہنچے تو زکاۃ واجب ہوگی اگرچہ درمیان سال کم ہی کیوں نہ ہوا لیکن اگر درمیان میں بالکل ہی ختم ہوگیا تو اب سابقہ تاریخ کا تعین ختم ہوجائے گا پھر جس تاریخ میں دوبارہ نصاب کا مالک ہوگا سال شمار کرنے کے لیے وہ تاریخ متعین ہوگی۔

ونقصان النصاب فى الحول لا يضريان كمل فى طرفيه لانه يشق اعتبار الكمال فى اثنائه اما لا بد منه فى ابتلائه للانعقاد وتحقيق الغناء فى انتهائه للوجوب لا كذلك فيما بين ذلك لانه حالة البقا (البحر الرائق ج۲/ ۲۲۹)

واذا كان النصاب كاملًا فى طرفى الحول فنقصانه فيما بين ذلك لايسقط الزكاة (عالمگیری ج۱/ ۱۷۵)

فهلاك النصاب فى خلال الحول يقطع حكم الحول حتى لو استفاد فى ذلك الحول نصاباً يستانف له الحول لقول النبى ﷺ لا زكاة فى مال حتى يحول الحول و كذا المستفاد (البدائع الصنائع ج۲/ص/۱۵ ایچ ایم سعید)

۵۔کمپنیوں کے شئیرز پر زکوۃ کا حکم (یعنی حصص،حصہ)(الاسھم)

اگر کسی نے کسی کمپنی کے شئیرز جائز طریقہ پر خریدے ہیں اور سارے شئیرز بیچنے کی نیت سے خریدے ہیں تو شئیرز کی کل قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر شئیرز بیچنے کی نیت سے نہیں خریدے ہیں بلکہ انہیں مستقل طور پر اپنی ملکیت میں رکھنے کا ارادہ ہے تو اس صورت میں شئیرز کی صرف اُس مقدار پر زکوۃ واجب ہوگی جو تجارت میں لگی ہوئی ہو۔

(أو نیت التجارۃ) فی العروض، واما صریحاً ولا بد من مقارنتها لعقد التجارۃ کما سیجئی، أو دلالة بأن یشتری عینا بعرض التجارۃ أو یؤاجر دارہ التی للتجارۃ بعرض (شامہ ج ۲ س ۲۶۵،دارالفکر)

۶۔تجارت کی غرض سے خریدی گئی اشیاء وجائیداد پر زکوۃ (مختلف اشیاء)

ا۔بیچنے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ کی زکاۃ:

جس پلاٹ کو منافع کما کر بیچنے کی نیت سے خریدا جائے وہ شرعاً مال تجارت کہلاتا ہے اور مال تجارت کی زکوۃ لازم ہوتی ہے،لہٰذا ایسے پلاٹ پر زکوۃ لازم ہوگی۔باقی پلاٹ کی زکوۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ سال گزرنے پر اس پلاٹ کی بازاری قیمت فروخت معلوم کیا جائے گا اور اس قیمت کا ڈھائی فیصد زکوۃ کی مد میں ادا کیا جائے گا۔

الزکاۃ واجبة فی عروض التجارۃ کائنة ما کانت اذا بلغت قیمتها نصاباً من الورق الذھب، کذا فی الھدایة، ویقوم بالمضروبة، کذا فی التبیین وتعتبر القیمة عند حولان الحول بعد أن تکون قیمتها فی ابتداء الحول مائتیی درھم من الدراھم الغالب علیها الفضة. کذا فی المضمرات ، ثم فی تقویم عروض التجارۃ التخییر یقوم بأیهما شآء من الدراھم والدنانیر الا اذا کانت لا تبلغ بأحدھما نصاباً فحینئذ تعین التقویم بما یبلغ نصاباً، ھکذا فی البحر الرائق (الفتاوی الھندیہ ۱/۱۷۹)

۲۔تجارت کے لیے پالے گئے بیلوں کی زکوۃ کاحکم:

اگر کوئی بیل بیچ کر نفع حاصل کرنے کی نیت سے خرید سے تو یہ سامان تجارت کے حکم میں ہے لہٰذا جس طرح سامان تجارت میں سال گزرنے پر زکاۃ واجب ہوتی ہے،اسی طرح ان بیلوں پر سال گزرنے پر زکاۃ واجب ہوگی ، چاہے گھر سے ان کے چارے پانی کا انتظام کیا جائے یا پھر باہر سے۔

ولو للتجارة ففيها زكاة التجارة ولعلهم تركوا ذلك لتصريحهم بالحكمين (وقوله ولعلهم تركوا ذلك)أي ترك أصحاب المتون من تعريف السائمة مزاد المصنف تبعاً للزيلعي والمحيط لتصريحهم أي تصريح التاركين لذلك بالحكمين: أي بحكم مانوي به التجارة من العروض الشاملة للحيوانات انك بحكم المسامة للحمل والركوب ، وهو وجوب زكاة التجارة في الأول وعدمه في الثاني (الدرالمختار مع ردالمختار ۲/۲۷۶)

۳۔تجارتی مرغیوں پرزکوۃ:

اگر مرغی فارم کی مرغیوں کو بیچنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان سے انڈے اور چوزے حاصل کرنا مقصود ہے تو ان مرغیوں پر زکوۃ نہیں ،لیکن اگر مرغیوں کو بیچنا مقصود ہے تو پھر ان مرغیوں کی رقم پر سال گزرنے کے بعد زکاۃ واجب ہے۔

عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال: أما بعد! فان رسول الله ﷺ كان يأمرنا ان نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع (سنن ابی داؤد، بالعروض اذا كانت للتجارة هل فيها من زكوة النسخة هندية ۲۱۸/۱، دارالسلام رقم: ۱۵۶۲)

تجارتی اور کرایہ کی گاڑی میں زکوۃ کا مسئلہ:

جوشخص گاڑیوں کا تاجر ہو اور کی خرید وفروخت کرتا ہو اس پر گاڑی کی قیمت سے باقاعدہ زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

لكونها من اموال التجارة وسلعها ۔ اور جوشخص گاڑی خرید کر کرایہ اور اجرت پر چلاتا ہو تو وہ منافع سے زکوۃ ادا کرے گا اور قیمت گاڑی میں زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

الزکاۃ واجبۃ فی عروض التجارۃ کائنۃ ما کانت اذا بلغت قیمتھا نصاباً

(فتاوی عالمگریہ:۱:۱۷۹،الفصل الثانی فی العروض)

کنسٹرکشن (تعمیراتی) کمپنی کی زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ:

۱۔کنسٹرکشن کے کام میں ڈائریکٹ استعمال ہونے والا سامان یعنی سیمنٹ،سریہ،بجری وغیرہ

۲۔کنسٹرکشن کے کام میں مدد دینے والا سامان یعنی شٹرنگ،پلیٹ،مکسر مشین،مشینری وغیرہ۔

۳۔کنسٹرکشن کے کام میں مدد دینے سامان کی مرمت وغیرہ کرنے والا سامان یعنی ویلڈنگ،راڈ،نٹ بولٹ وغیرہ۔

کنسٹرکشن کی دوسری اور تیسری قسم کے سامانوں پر زکوۃ نہیں کیونکہ وہ آلات اکتساب کے قبیل کی چیزیں ہیں،البتہ پہلی قسم کی مالیت اور اس کے منافع پر زکوۃ ہے کیونکہ سیمنٹ،سریہ،بجری وغیرہ یہ چیزیں سامان تجارت میں داخل ہیں۔ تاریخ زکاۃ تک کام کا جو معاوضہ وصول ہوجائے اس کی زکوۃ حسب شرائط نکالیں گے اور جو اُجرت سال پورا ہونے کے بعد وصول ہو اس کا حساب آئندہ سال ہوگا۔

شٹرنگ کی لکڑی پر زکاۃ کا مسئلہ:

شٹرنگ کی لکڑیوں کی ویلیو پر زکوۃ نہیں ہوگی۔البتہ اس سے حاصل شدہ آمدن اگر جمع ہوتو زکوۃ سال مکمل ہونے پر اس کی زکوۃ لازم ہوگی۔اور سال بھر میں جتنا کرایہ استعمال کرلیا اس پر کوئی زکوۃ لازم نہیں ہوگی۔

یہی مسئلہ اس گھر اور دوکان کا بھی ہے جو کرائے کے لیے رکھے ہوں اور اسی طرح گاڑی بھی ہے جو اُجرت پر دی ہو وغیرہ۔

۴۔شاپر کی تجارت:

جو شاپر فروخت کے لیے رکھے گئے ہوں،خریدار کو قیمت کے عوض دیئے جاتے ہوں وہ مال تجارت شمار ہوں گے اور زکاۃ کی ادائیگی میں دیگر سامان تجارت کی طرح ان کی بھی قیمت فروخت کا حساب لگایا جائے گا۔

الزکاۃ واجبۃ فی عروض التجارۃ کشغلۃ ما کانت اذا بلغت قیمتھا نصاب من الورق

الذهب (هندیہ کتاب الزکاۃ باب ثالث فصل دوم ج ا ص ١٦٨)

۵۔پیٹرول پمپ میں زکوۃ کا مسئلہ:

کُل انویسٹمنٹ سے جتنا پیٹرول آیا ہو،اس کا حساب کرلیا جائے،اور جس دن زکاۃ کا سال مکمل ہو،اس دن پیٹرول کی جو قیمت فروخت ہواس کے حساب سے آپ کے کُل پیٹرول کا حساب لگا کر(اور واجب الاداء قرض اگر ہوں تو انہیں منہا کرکے)کُل قیمت فروخت کا ڈھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگا نیز ماہانہ جو نفع آتا ہوا گروہ استعمال ہوجاتا ہے،کچھ بھی محفوظ نہیں رہتا تو اس استعمال شدہ منافع پر زکاۃ واجب نہیں،البتہ اگر نفع محفوظ رہتا ہو،تو اسے بھی کُل مال زکوۃ میں شامل کرکے سال پورا ہونے پر کُل ڈھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کرنا آپ پر لازم ہوگا۔

٦۔ماربل کی کان میں زکاۃ کا مسئلہ:

پتھروں کی کانیں ہمارے عرف میں کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں بلکہ حکومت کچھ کمپنیوں کو لائسنس دیتی ہیں اور وہ پتھر نکا کر بیچتے ہیں۔اس صورت میں ماربل کی کان ان کی ملکیت نہ ہوگی۔بلکہ وہ پتھر جو انہوں نے نکالیں ہو وہ ان کی ملکیت ہوگی،لہذا جو مال ان کے پاس بیچنے کے لیے رکھا ہواس کی قیمت فروخت پر زکاۃ آئے گی۔

بالفرض اگر پتھروں کی کان کسی کی ذاتی ملکیت ہواور بیچنے کی نیت سے خریدی ہو تو اس میں جس قدر پتھر بیچنے کے لیے نکل سکتا ہواس کا اندازہ لگا کر اس کی موجودہ قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا اور اس مالیت پر زکاۃ آئے گی۔

۷۔میڈیسن پر زکاۃ:

دوکان میں موجود میڈیسن پر زکاۃ واجب ہے،ادائیگیاں یا وصولیاں اگر باقی ہوں تو ان کا حساب کرکے جتنی مالیت ٹھہرے گی(یعنی اگر چاندی کے نصاب کے برابر ٹھہری یا برابر تو نہیں لیکن اس کے علاوہ نقدی یا سونا یا چاندی ہے تو ان کو ملا کر نصاب کے برابر ٹھہری)اس کا ڈھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

۸۔کپڑے کی دوکان کی زکوۃ کا مسئلہ:

اگر دوکان میں موجود کپڑے نصاب(ساڑھے باون تول چاندی کی قیمت)کے بقدر یا اس سے زیادہ ہوں تو سال پورا ہونے کے وقت جتنا مال(کپڑا)اس کی دوکان میں موجود ہواس کی مالیت(موجودہ مارکیٹ ریٹ)کا حساب لگا کر

اس مالیت کا چالیسواں حصہ(ڈھائی فیصد)رقم زکاۃ میں ادا کرے یا ڈھائی فیصد مالیت کے بقدر کپڑے زکاۃ میں دے دے، اس مال کے علاوہ جو نقدی، سونا، چاندی ملکیت میں ہو یا لوگوں پر قرضہ ہوتو اس کو بھی شمار کر کے اس کا بھی چالیسواں حصہ(ڈھائی فیصد)زکاۃ مین دینا لازم ہوگا۔البتہ اگر قرض کی رقم معتد بہ ہے۔اور اس کی زکاۃ قرض وصول ہونے کے بعد دے تو اس کی بھی اجازت ہے، گو بہتر یہی ہے کہ دیگر اموال کے ساتھ ہی واجب الوصول قرض کی زکاۃ بھی ادا کر دے۔

۹۔بھٹی کی اینٹوں پر زکاۃ:

اگر بھٹی والے نے مٹی خریدتے وقت یہ نیت کی تھی کہ اس مٹی سے اینٹیں بنا کر فروخت کرے گا تو اس صورت میں تمام اینٹوں پر خواہ وہ پکی ہوں یا کچی اسی طرح خریدی ہوئی خام مٹی پر زکوۃ واجب ہے البتہ جو چیز خریدی نہ گئی ہو یا خریدی گئی ہو مگر اُسے خریدتے وقت آگے بیچنے کی نیت نہ ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی مثلاً کوئلہ جو بھٹی دہکانے کے لیے خریدا گیا ہو، اینٹوں کے سانچے اور زمین سے مٹی نکالنے کے آلات وغیرہ کی مالیت پر زکوۃ فرض نہیں۔

ثم نية التجارة قد تكون صريحاً وقد تكون دلالة أما الصريح فهو أن ينوى عند عقد التجارة أن يكون المملوك به للتجارة بأن اشترى سلعة ونوى ان تكون للتجارة عند الشراء فتيصر للتجارة سواء كان الثمن الذى اشتراها به من الأثمان المطلقة أومن عروض التجارة أو مال البذلة ولمهنة أو أجر داره بعرض نية التجارة فيصيرذلك مال التجارةلوجودصريح نية التجارةمقارنالعقدالتجارة (بدائع الصنائع ۱۱/۲، دارالکتب العلمیۃ)

۱۰۔جوتوں کی تجارت:

حولان حول اور نصاب کے شرائط کے درست ہونے پر تجارت کے لیے کر رکھی ہوئی جوتوں پر بھی زکوۃ واجب ہے اگر حساب کر کے واجب الاداء زکوۃ کے لحاظ سے مستحقین کو جوتے دے دیں تو اس صورت میں بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ مستحق زکوۃ کو جس چیز کی ضرورت ہو وہی زکوۃ میں ادا کی جائے۔

لا بد فی اعتبار منفعه الفقراء عند التقویم لأداء الزکوۃ فیقومها بأنفع النقدین (المبسوط ۱۹۱/۲ محشی)

مویشیوں میں زکاۃ:

ایسے مویشی جن کو لوگ خرید وفروخت کے لیے پالتے ہیں وہ ان کو ایسے علاقوں سے خرید کرلاتے ہیں جہاں وہ مویشی سستے ہوں یا اپنے ہی علاقے کی منڈیوں، میلوں وغیرہ سے خرید کرلاتے ہیں اوران کا پالتے رہتے ہیں، جب ان میں نفع معلوم ہوتا ہے توان کوفروخت کرتے ہیں ایسے جانور مال تجارت ہیں ان کی زکوۃ بھی اموال تجارت کی طرح واجب ہے۔

ومنها أن یکون معدا للاسامة وهو ان یسیمها للدر والنسل لما ذکرنا ان مال الزکوۃ هو المال النامی وهو المعد للنماء والاستمناء ونماء فی الحیوان بالاسامة ولا اسمت للبیع والتجارة ففیها زکوۃ مال التجارة زکوۃ السائبة (بدائع الصنائع ۱۲۶/۱)

جوجانور لین دین خرید وفروخت کے لیے ہوں خواہ گھریلو جانور ہوں یا جنگلی، چرندے ہوں یا پرندے، تھوڑے ہوں یا زیادہ، عام چراگاہوں میں چرتے ہوں یا گھروں اور خاص جگہوں میں ان کی خوراک کا انتظام ہو۔ بہر حال تمام کے تمام میں زکوۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ ان کی مالیت بقدر نصاب ہو۔ ان کی زکوۃ تجارت کے سامان کی طرح ادا کی جائے گی۔ کیونکہ وہ سامان تجارت ہے تجارتی سامان کی قیمت لگا کر ان کی زکوۃ ادا کی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر مالی فرض بہت کم سے کم ڈالا ہے اول تو ہر مال پر زکوۃ نہیں بلکہ اس مال پر ہے جو عادۃً بڑھتا رہتا ہے جیسے مال تجارت یا مال تجارت کے مویشی یا سونا چاندی کیونکہ سونے چاندی کو اسلام نے ذریعہ تجارت ہی قرار دیا، خواہ کوئی اس کو زیور بنا کر رکھے یا سونے چاندی کے ٹکڑے رکھے مگر شرعاً وہ مال تجارت ہی ہے اس لیے سونے چاندی پر خواہ وہ کسی صورت میں ہو زکوۃ فرض ہوتی ہے۔

زکوۃ دینے والے کی شرائط:

جب یہ شرائط پائی جائیں تو زکوۃ فرض ہوجاتی ہے۔

۱۔زکوۃ دینے والے کا مسلمان ہونا۔لہٰذا کافر پر زکوۃ نہیں۔

۲۔بالغ ہونا۔نابالغ بچوں کی ملکیت میں کتنا ہی مال ہو،ان پر یا ان کے سرپرستوں پر اس کی زکوۃ نہیں،کیونکہ یہ مکلف نہیں ہاں نابالغ جب بالغ ہوجائے تو بلوغت کے وقت سے سال کے شروع کا اعتبار ہوگا۔

۳۔عاقل ہونا۔مجنون دیونے کے مال پر زکوۃ نہیں جب کہ اس کا جنون سال بھر مسلسل رہے۔

۴۔آزاد ہونا۔زرخرید یا غلام پر زکوۃ نہیں۔

۵۔مال کا بقدر نصاب ہونا۔اگر مال نصاب کے مقدار سے کم ہوگا تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔

۶۔ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس مال کا ضروریات اصلی سے زائد ہونا اس لیے کہ جو چیزیں انسان کی ضروریات زندگی میں داخل ہیں ان پر زکوۃ نہیں ہے۔

ضروریات اصلیہ کی فہرست:

۱۔رہنے کا گھر ۲۔پہننے کے کپڑے (خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں ان پر زکوۃ نہیں) ۳۔استعمال کے برتن

۴۔فرنیچر ۵۔گاڑی ۶۔موٹرسائیکل ۷۔فریج ۸۔واشنگ مشین ۹۔سلائی مشین ۱۰۔زیرمطالعہ کتابیں

۱۱۔قالین ۱۲۔ماہانہ اخراجات

۱۳۔ڈائمنڈ،جواہرات،موتی،یاقوت اورزمردوغیرہ جبکہ تجارت کے لیے نہ ہو ۱۴۔موبائل فون جو زیراستعمال ہوں

۱۵۔عورت کو جہیز میں ملنے والے سامان پر بھی سونا چاندی کے علاوہ زکوۃ فرض نہیں۔

۸۔اس مال پر پورا ایک سال گزرجائے سال بھر گزرنے سے پہلے کسی مال پر زکوۃ نہیں ہے۔

واضح رہے کہ زکوۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے شمسی کا نہیں قمری سال وہ ہے جو چاند کے مہینوں سے پورا ہو یعنی رمضان سے رمضان۔یا شعبان سے شعبان تک۔تو صحیح ہے لیکن دسمبر سے دسمبر تک صحیح نہیں کیونکہ اس میں دس دن کی تاخیر تو ہر

سال ہو ہی جاتی ہے اس کے علاوہ چھتیس (۳۶) میں ایک سال زکوۃ کم ہو جائے گی جو اپنے ذمہ رہ جائے گی۔
۹۔زکوۃ فرض ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مال بڑھنے والا ہو جیسے تجارتی مال یا سونا چاندی یا مویشی وغیرہ، واضح رہے کہ نقد روپیہ بھی سونا چاندی کے حکم میں ہے۔لہٰذا اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نقد روپیہ موجود ہو تو اس پر بھی زکوۃ فرض ہے۔

زکوۃ کی نیت:

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے زکوۃ کی نیت کرنا فرض ہے ورنہ زکوۃ ادا نہیں ہوگی، دوبارہ دینا پڑے گی اور نیت کی دوصورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ زکوۃ دیتے وقت دل میں یہ نیت کرلیں کہ۔میں زکوۃ ادا کرتا ہوں۔

صرف دل میں نیت کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ زکوۃ کی رقم الگ کرتے وقت یہ نیت کرلی کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے اب مستحق کو دیتے وقت اگر زکوۃ کی نیت نہ ہو تب بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

مستحق کو زکوۃ دیتے وقت یہ کہنا ضروری نہیں کہ یہ زکوۃ کا پیسہ ہے یا زکوۃ دیتے وقت یہ بھی کہہ سکتے ہوں کہ یہ ہے گفٹ (تحفہ) ہے انعام ہے، عیدی ہے، بشرطیکہ دل میں زکوۃ دینے کی نیت ہو۔

الغرض عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ جب تک زکوۃ کو زکوۃ کہہ کر نہ دیا جائے اس وقت تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی یہ بے بنیاد ہے۔

بعض مستحق اور انتہائی ضرورت مند ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ہدیہ تو قبول کرلیتے ہیں لیکن اگر انہیں کہا جائے کہ یہ زکوۃ ہے تو وہ نہیں لیتے۔لہٰذا جب غالب گمان کے مطابق یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص زکوۃ کا مستحق ہے اور وہ سفید پوش ہونے کی وجہ سے اپنی غربت شرم کی وجہ سے ظاہر نہیں ہونے دیتا تو ایسے آدمی کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور زکوۃ کی نیت سے اس کو رقم دے دی جائے اور زبانی طور پر کہہ دیا جائے کہ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ایسے لوگون کو زکوۃ وخیرات دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

بعض اوقات ایسے تنخواہ دار ملازم ہوتے ہیں لیکن زیادہ اہل وعیال وغیرہ کی وجہ سے تنگ دست رہتے ہیں ایسے مستحق لوگوں کو زکوۃ دینا زیادہ اجر و ثواب ہے۔ (وشرط صحة أدائها مقارنة) أى للأداء ولو كانت المقارنة(حكماً) كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم فى يد الفقير (الدر المختار ج ۳،ص ۱۸۷۔ط۔زکریا)

ایک بات نیت کے متعلق یادرکھیں۔

اگر کسی نے زکوۃ کے مستحق کو زکوۃ دیتے وقت بھی زکوۃ کی نیت نہیں کی اور نہ ہی اس نے یہ رقم زکوۃ کی نیت سے الگ کر کے رکھی تھی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ رقم اس مستحق کے پاس موجود ہے یا خرچ کر چکا ہے اگر موجود ہے اس وقت بھی نیت کر لینے سے وہ زکوۃ ادا ہو جائے گی اور اگر وہ مستحق اس رقم کو خرچ کر چکا ہے تو اب اس نیت کا اعتبار نہیں۔ اب دوبارہ زکوۃ دینا پڑھے گی۔ اور جو روپیہ بغیر نیت کے چلا گیا اس پر ثواب نفلی صدقہ کا ہوگا۔

واذا دفع الفقير بلا نية ثم نواه عن الزكاة فان كان المال قائما فى يد الفقير أجزاه، والا فلا، كذا فى معرج الدراية والزاهدى والبحرالرائق والعينى وشرح الهداية (هنديه ج ا ص، ۱۷۱، ط۔دارالفکر)

اذا دفع المزكى المال الى الفقير ولم ينو شيئا۔ ثم حضرته النية عن الزكاة ينظر ان كان المال قائما فى يد الفقير صار عن الزكاة وان تلف لا ۔ (فتاویٰ التاتارخانیہ ج ۳،ص ۱۹۲۔ط،زکریا)

ومن أعطى مسكيناً دراهم وسماها هبة أو قرضا ونوى الزكاة فانها تجزية وهو الاصح هكذا فى البحر الرائق، ناقلا عن المبتغى والقنية (هنديه ج ا ص ۱۷۱)

قرض کے پیسوں میں زکوۃ کی نیت کرنا:

قرضہ کو مقروض پر سے زکاۃ کی مد میں کاٹ لینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی۔

کیونکہ زکاۃ کی ادائیگی کے وقت یا زکاۃ میں دیئے جانے والے مال کو جدا کرتے وقت زکاۃ کی نیت کرنا ضروری ہے

کوئی مال کسی کو دینے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں ہے۔

البتہ مذکورہ صورت میں زکاۃ کی ادائیگی کی دو جائز صورتیں ہیں۔

۱۔اگر مقروض واقعۃ بہت مستحق ہے تو اسے زکاۃ کی رقم کا مالک بنائیں اور جب رقم اس کی ملکیت میں چلی جائے تو اس سے اپنا قرضہ وصول کرلیں۔اس طرح دینے والے کی زکاۃ بھی ادا ہوجائے گی اور مقروض کا قرض بھی ادا ہوجائے گا۔

۲۔زیادہ بہتر صورت یہ ہوگی کہ مقروض،قرض کے برابر رقم کسی تیسرے شخص سے ادھار لے کر قرض خواہ کو اپنا قرض ادا کرے،قرض خواہ قرض وصول کرنے کے بعد وہی رقم اپنی زکاۃ کی مد میں سابقہ مقروض کو ادا کردے،پھر یہ مقروض اس تیسرے شخص کو اس کی رقم لوٹا دے جس سے اس نے عارضی طور پر ادھار لیا تھا اسی طرح اولاً قرض خواہ کا قرض وصول ہوجائے گا۔

لیکن مقروض پھر بھی اور مستحق زکاۃ رہے گا پھر قرض خواہ جب اسے اپنی زکاۃ ادا کرے گا تو اس کی زکوۃ ادا ہوجائے گی اور قرض خواہ کے پاس اپنی زکاۃ میں دی گئی رقم کا کوئی حصہ واپس اپنی ملکیت میں بھی نہیں آئے گا۔اور آخر میں مقروض کا قرض بھی ادا ہوجائے گا۔

وان كان المديون فقيراً فوهب الدين ينوى به زكاة مال عين الواهب لا تسقط عنه زكاة ذلك المال (هنديه ۱/۲٦۳)

وحيلة الوجوب أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينا الخ (الدر المختار ۲/۲۷۱)

زکاۃ میں کیا کیا چیزیں دے سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ زکاۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مستحق کو مالک بنا کر سونا یا چاندی یا رقم یا چیز کوئی حوالہ کی جائے،چیزیں جیسے مثلاً:

۱۔راشن وغیرہ کی شکل میں زکوۃ دینا

زکوۃ میں جس طرح نقد رقم دی جاسکتی ہے اسی طرح مستحق کو زکوۃ کی رقم سے راشن کا سامان بھی خرید کردی جاسکتی ہے۔

۲۔زکوۃ میں کپڑے دینا:

زکوۃ کی نیت سے کپڑے مستحقین کو دے سکتے ہیں البتہ دینے سے پہلے ان کی موجودہ قیمت فروخت معلوم کرلی جائے اورزکاۃ کے حساب میں زکاۃ ادا کرتے وقت موجود قیمت فروخت کوشمار کرلیا جائے۔

ويجزئه أن يعطى من الواجب جنساً آخر من المكيل والموزون أو العروض أوغير ذلك بقيمته (المبسوط لسرخی ۲/۲۰۳، کتاب الزکاۃ باب العشر)

۳۔استعمال شدہ اشیاء کی زکوۃ میں دینا:

زکوۃ میں استعمال شدہ چیز بھی دے سکتے ہیں مگر اس کی قیمت کا بازار سے انداہ لگالیا جائے کیونکہ استعمال شدہ چیز کی قیمت نئی چیز سے کافی کم ہوتی ہے۔

مثلاً استعمال شدہ کپڑے، جوتے ،فرنیچر ،صوفے ،قالین ،گاڑی ،فریج وغیرہ ،اب اگر ایک خاتون کے پاس ایک سوٹ بیس ہزار کا ہے اور وہ استعمال کرچکی ہے،اگر اس کو بازار میں فروخت کیا جائے تو ظاہر ہے کہ بیس ہزار میں کوئی بھی اس کونہیں خریدے گا بلکہ چار یا چھ ہزار میں فروخت ہوگا،لہٰذا بازار سے معلوم کرلیا جائے جتنے میں جاتا ہوا تنی رقم پر چیز مستحق کو دینے سے زکوۃ میں سے ادا ہوجائے گی جب کہ نیت زکوۃ کی ہوگی۔

اسی طرح فرنیچر ایک لاکھ میں خریدا تھا سال چھ ماہ استعمال کے بعد اب کباڑی اس کو پچیس یا تیس ہزار روپے میں خریدے گا،ایسی صورت میں اتنی ہی رقم زکوۃ کی رقم منہا کی جائے گی،اسی پر دیگر اشیاء کا استعمال کو قیاس کرلیا جائے۔

(المبسوط لسرخی ۲/۲۰۳، کتاب الزکاۃ باب العشر)

مصارف زکوۃ:

یعنی زکوۃ کا مال کن لوگوں کو دیا جائے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلفُقَرَاءِ وَالمَسَاكِينِ وَالعَامِلِينَ عَلَيهَا وَالمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُم وَفِي الرِّقَابِ وَالغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

(توبہ: آیت ٦)

ترجمہ: صدقات (زکوۃ) تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور (زکوۃ جمع کرنے والے) عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اُلفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چُھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر پر (خرچ کرنے کے لیے ہیں)، یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔

اس آیت میں زکوۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔فقیر: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہے، مگر اتنا نہیں کہ نصاب کو پہنچ جائے یا مال تو بقدر نصاب ہے مگر ضروریات اصلیہ کے علاوہ نہیں ہے۔اور ضروریات میں رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن وغیرسب داخل ہیں۔

۲۔مسکین: مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کم وہ کھانے اور بدن چُھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔(فقیر اور مسکین کے اصلی معنی میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن زکوہ کے حکم میں دونوں یکساں ہیں، کوئی اختلاف نہیں ہے)

۳۔عاملین: عامل وہ ہے جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکوۃ اور عُشر لوگوں سے وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو، واضح رہے کہ عامل کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں ہے (زکوۃ کے آٹھ مصارف میں صرف ایک یہی مد ایسی ہے جس میں زکوۃ کو رقم کی خدمت کے معاوضہ کے طور پر دی جاتی ہے ورنہ زکوۃ نام اس عطیہ کا ہے جو غریبوں کو بغیر کسی

خدمت کے معاوضہ کے دی جائے اور اگر کسی غریب فقیر سے کوئی خدمت لے کر مال زکوۃ دیا گیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی)۔

۴۔مؤلفۃ القلوب:

یہ وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے، ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے۔غیر مسلموں کی دل جوئی اور اسلام کی ترغیب کے لیے اور نومسلموں کی دل جوئی اور اسلام پر پختہ کرنے کے لیے زکوۃ دی جاتی تھی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان لوگوں کو ایک علت اور مصلحت کے لیے صدقات دیئے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہوگئی اور کفار کے شر سے بچنے اور نومسلموں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اسی طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت بھی ختم ہوگئی اس لیے اب ان کا حصہ بھی ختم ہوگیا۔

۵۔الرقاب: رقاب سے مراد وہ غلام ہے جس کو آقا نے مال کی کوئی مقدار مقرر کر کے کہہ دیا کہ اتنا مال کما کر ہمیں دو تو تم آزاد ہو، اس کو فقہاء کے اصطلاح میں مکاتب غلام کہا جاتا ہے، لیکن واضح رہے کہ اب نہ غلام ہیں اور نہ اس مد میں اس رقم کے صرف کرنے کی نوبت آتی ہے۔

۶۔الغارمین: غارم سے مراد مدیون (مقروض) ہے یعنی اس پر اتنا قرض ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے۔

(اور وہ ہاشمی بھی نہیں ہے تو ایسے ضرورت مند کو زکوۃ دینا زیادہ بہتر ہے اس فقیر سے جو قرض دار نہیں ہے اس لیے کہ قرض دار زیادہ حاجت مند ہے)۔

(نوٹ: بعض ائمہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ یہ قرض اس نے کسی ناجائز کام کے لئے نہ لیا ہو۔لہٰذا اگر کسی گناہ کے کام کے لیے قرض لیا ہو جیسے شراب وغیرہ یا شادی غمی کی ناجائز رسمیں وغیرہ تو ایسے قرض دار کو زکوۃ کی مد سے نہ دیا جائے گا تاکہ اس کی معصیت اور اسراف بے جا کی حوصلہ افزائی نہ ہو ورنہ یہ گناہ کے کام پر معاونت کا اندیشہ ہے۔

۷۔فی سبیل اللہ: فی سبیل اللہ کے معنیٰ ہیں راہ خدا میں خرچ کرنا۔اس کی چند صورتیں ہیں۔مثلاً کوئی مجاہد جہاد کے لیے جانا چاہتا ہےلیکن اس کے پاس سواری، زادراہ اوراسلحہ وغیرہ نہیں تو اس کو مال زکوۃ دے سکتے ہیں۔
یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے اوراس کے پاس مال نہیں ہے اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں مگر اس حج کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔
یا کوئی طالب علم دین پڑھنا چاہتا ہے، اسے بھی زکوۃ دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہ خدا میں دینا ہے۔
۸۔ابن سبیل: اس سے مراد وہ مسافر شخص ہے جس کے پاس چاہے اپنے وطن میں نصاب کے برابر مال موجود ہو لیکن سفر میں اس کے پاس اتنے پیسے نہ رہے ہوں جن سے وہ اپنی سفر کی ضروریات پوری کر کے واپس وطن جا سکے (مستعاد از معارف القرآن وآسان ترجمہ)

ایک غلطی کا ازالہ:

بعض ناواقف لوگوں نے فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ کو دیکھ کر زکوۃ کے مصارف میں اُن تمام کاموں کو داخل کر دیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں، جیسے مدارس، مساجد، ہسپتال، مسافر خانہ وغیرہ کی تعمیر، کنویں، پُل اور سڑکیں بنانا اور ان رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات کو اُنہوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوۃ قرار دیا جو سراسر غلط ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے اَئمہ تفسیر نے لفظ فی سبیل اللہ کو ایسے مجاہد اور حجاج کے لیے مخصوص کا ہے جن کے پاس جہاد یا حج کا سامان نہ ہو اور جن حضرات فقہاء نے طالب علموں یا دوسرے نیک کام کرنے والوں کو اس میں شامل کیا ہے تو اس شرط کے ساتھ کہ وہ فقیر اور حاجت مند ہوں۔
اَئمہ اربعہ اور فقہاء امت میں کسی نے بھی نہیں فرمایا کہ رفاہ عام کے اداروں اور مساجد اور مدارس کی تعمیر اور ان کی جملہ ضروریات مصارف زکوۃ میں داخل ہیں۔ بلکہ ان کے خلاف ان کی تصریحات موجود ہیں کہ زکوۃ کا مال ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں۔
ولا یخرج (المزکی) عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء (الدرالمختار۔کتاب الزکوۃ: ج۲

ص۲۷۰۔ط۔سعید)

جن لوگون کوزکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور جن جگہوں میں دینا جائز نہیں:

۱۔غیر مسلم: زکوۃ کی رقم غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہے، زکوۃ کا مصرف صرف مسلمان فقیر غریب ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کوزکوۃ دے گا تو اسکی زکوہ ادا نہیں ہوگی۔ اور اتنی رقم زکوۃ میں دوبارہ مسلمان غریبوں کو دینا لازم ہوگا۔ غیر مسلم فقیر اور محتاج کو اللہ کے واسطے نفلی صدقہ دینا جائز ہے۔

واضح رہے کہ قادیانی کافر ہیں۔ بلکہ دوسرے کفار سے بھی بدتر ہیں انہیں زکوۃ دینا سخت گناہ ہے اور زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

ولا یجوز صرف الزکوۃ الی الکافر بلا خلاف لحدیث معاذ رضی اللہ عنہ: خذھا من: أغنیاءھم وردھا الی فقرائھم (ھدایہ: ج۱ ص۲۰۵)

۲۔مالدار کو جونصاب کا مالک ہوزکوۃ دینا جائز نہیں:

اگر مالدار باپ کی بالغ اولاد غریب ہے، نصاب کے مالک نہیں ہے تو ان کوزکوۃ دینا جائز ہے۔ اور اگر نابالغ ہے تو مالدار کی نابالغ اولاد کوزکوۃ دینا جائز نہیں، کیونکہ نابالغ بچوں کو اپنے باپ کے غنی اور مالدار ہونے سے غنی شمار کیا جائے گا۔

اگر مالدار آدمی کی بیوی غریب ہے، زکوۃ کی مستحق ہے۔ اور شوہر اس کو خرچہ نہیں دیتا تو اس کوزکوۃ دینا جائز ہے، اگر کوئی مالدار مفلس اور غریب ہوگیا، اگرچہ گزشتہ زمانے میں معزز اور مالدار تھا لیکن اب کچھ نہیں رہا تو ایسے آدمی کوزکوۃ دینا جائز ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ: (توبہ:۶۰)

۳۔اپنے اصول اور فروع کوزکوۃ دینا جائز نہیں ہے:

اصول جمع ہے اصل کی یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور ان سے اوپر کے لوگ، فروع جمع ہے فرع کی یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی اور ان سے نیچے کے لوگ۔ کیونکہ ان کوزکوۃ دینے دے زکوۃ دینے والے کی منفعت ہر لحاظ سے سے منقطع نہیں ہوتی بلکہ ایک لحاظ سے اس کی منفعت باقی رہتی ہے اس لیے ان میں سے کسی کو بھی زکوہ دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

لا یجوز الدفع الیٰ ابیہ وجدہ وان علا ولا الیٰ ولدہ وولدہ ولدہ وان سفل وفیہ اشارۃ الیٰ ان ھذا الحکم لا یخص الزکوۃ بل کل صدقۃ واجبۃ لایجوز دفعھا لھم۔۔۔۔وقید بأصلہ وفرعہ لان من سواھم من القرابۃ یجوز الدفع لھم وھو اولیٰ لمافیہ من الصلۃ مع الصدقۃ (البحرالرائق ۲۴۳/۲،ط،سعید)

۴۔شوہر کا اپنی بیوں کواور بیوی کا اپنے شوہر کوزکوۃ دینا جائزنہیں مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر مالداراور بیوی غریب ہے، یا بیوی مالدار ہے اور شوہر غریب اور فقیر ہے تو ان کا آپس میں ایک دوسرے کوزکوۃ دینا جائزنہیں ہے اس لیے عادۃً میاں بیوی منافع میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔

ولا یدفع الیٰ امراتہ للشتراك فی المنافع عادۃً ولا تدفع المرأۃ الیٰ زوجھا عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ کذا فی الھدایۃ (ھندیہ ۱۸۹/۱)

اہم گزارش،بعض دفعہ میاں بیوی زکوۃ سے بچنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کر لیتے ہیں کہ مثلاً بیوی کے پاس دس تولہ سونا ہوتا ہے تو وہ سال پورا ہونے سے ایک ہفتہ قبل اپنا سارا سونا خاوند کوھدیہ کرتا ہے اور جب سال گزرجاتا ہے تو خاوند وہ سونا واپس بیوی کو ھدیہ دیتا ہے یہ صرف زکوۃ سے بچنے کے لیے کرتے ہیں۔لہٰذا ایسا کرنا سخت گناہ ہوگا زکاۃ سے بچنے کے لیے ایسا کرنا انتہائی خطرناک اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے،اس سے ہرصورت میں اجتناب ضروری ہے۔زکاۃ ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے نقصان نہیں لہٰذا پورے اہتمام اور خوش دلی سے زکاۃ ادا کرنا چاہئے۔

واما الابطال حق المسلم فاثم وعدوان (عمدۃ القاری ۴۶۹/۳۴)

۵۔سیداور بنی ہاشم کوزکوۃ دینا جائزنہیں ہے:

بنی ہاشم سے مراد حضرت علیؓ،حضرت عباسؓ،حضرت جعفرؓ،حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد ہے۔

جوشخص ان پانچ بزرگوں میں کسی ایک بزرگ کی نسل سے ہو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، البتہ اگر وہ غریب ہے اور ضرورت مند ہے ان کو عطیات و ہدیہ دے کر ان کی خدمت کی جاسکتی ہے۔

ولا یدفع الیٰ بنی هاشم، وهم آل علی و آل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبدالمطلب کذا فی الهدایة ویجوز الدفع الیٰ من عداهم کذا فی السراج الوهاج

(هندیہ باب السابع فی المصارف ۱/۱۸۹، ط، دارالفکر)

سید کی بیوی اگر غیر سید ہے اور زکوۃ کی مستحق ہے تو اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔ سید مالدار اپنی زکوۃ کی رقم اپنے غریب سید رشتہ داروں کو نہیں دے سکتا رشتہ داروں کو نہیں دے سکتا، بلکہ غیر سید فقیروں کو دینا ضروری ہے۔

نوٹ: سید کی مدد ضرور کرنی چاہئے یہ بڑے اجر وثواب کا کام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کی دلیل ہے مگر زکوۃ و صدقات واجبہ کے علاوہ رقم سے امداد کی جائے کیونکہ زکوۃ مال کا میل کچیل ہے اور سادات کی میل کچیل سے نہیں بلکہ پاک مال سے مدد کرنی چاہئے۔

جن رشتہ داروں کو زکوۃ دینا جائز ہے ان کی فہرست:

رشتہ داروں میں اگر کوئی زکوۃ کا مستحق ہو تو ان کو زکوۃ دینا زیادہ بہتر ہے، اور اس میں دوگنا ثواب ملتا ہے اور اور مستحق ہنوے سے مراد ہے کہ وہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر رقم یا مال تجارت کا مالک نہ ہو۔

آگے جن رشتہ داروں وغیرہ کی فہرست ہے ان میں سے صرف اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے جو غریب ہو اور زکوہ کا مستحق ہو۔ اگر ان رشتہ دفاروں میں سے کوئی صاحب نصاب ہو تو پھر اس کو زکوۃ درست نہیں۔

۱۔ بہن بھائی کو زکوۃ دینا جائز ہے، خواہ حقیقی بہن بھائی ہوں یا باپ شریک ہوں، صرف ماں شریک ہوں۔ جبکہ ان کا کھانا پینا الگ ہو، بشرطیکہ زکوۃ کے مستحق ہوں۔

۲۔ بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی کو زکوۃ دینا جائز ہے اگر مستحق زکوۃ ہو۔

۳۔ چچا، چچی، ماموں، ممانی کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۴۔ چچازاد بہن بھائی اور ماموں زاد بہن بھائی کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۵۔ خالہ، خالو اور خالہ زاد بہن بھائی کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۶۔ ساس اور سُسر اگر غریب ہیں اور نصاب کے مالک نہیں ہیں تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۷۔ داماد کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۸۔ بہو (نگور) کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۹۔ بھابی، بھاوج کو زکوۃ دینا جائز ہے۔
۱۰۔ مطلقہ بیوی کو اس کی عدت گزرنے کے بعد زکوۃ دینا جائز ہے۔
۱۱۔ رضاعی والدین اور اور رضاعی (دودھ شریک اولاد کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

والافعل فی الزکاۃ والفطر النذور والصرف اوّلا الی الاخوۃ والاخوات ثم الی أولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذو الارحام ثم الی الجیران الخ (هندیہ ج ۱ ص ۱۹۰)

نوٹ: گھر یا دوکان وغیرہ کے ملازمین، ڈرائیور وغیرہ اگر غریب ہون تو ان کو بھی زکوۃ دے سکتے ہیں لیکن یہ ان کی تنخواہ میں نہیں لگائیں بلکہ تنخواہ اور مزدوری سے زائد بطور انعام کے دیں اور دل میں زکوۃ دینے کی نیت کر لیں۔

ولا دفعها المعلم لخلفية ان كان بحيث يعمل له لولم يعطه صح، والا لا. (قوله والا لا) الأن المدفوع يكون بمنزلة العوض (درالمختار علی الدر ۲/۳۵۶)

فهي تمليك المال من فقير مسلم.......شرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه (هندیہ ۱/۱۷)

کن جگہوں میں زکوۃ کا رقم نہیں لگایا جائے گا وگرنہ زکوۃ ادانہیں ہوگا۔

زکوۃ میں احتیاط یعنی ادائیگی میں:

زکوۃ کی رقم سے ہسپتال چالان یا زکوۃ کی رقم مساجد و مدارس میں لگانا یا رفاہی کاموں پر زکوۃ لگانا یا زکوۃ کی رقم سے اسکول کا سامان خریدنا، ان سب کاموں پر زکوۃ کی رقم لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ زکوۃ میں حقدار کو مالک بنادینا شرط ہے اور وہ شرط ان کاموں میں موجود نہیں۔

البتہ ان تمام غیر کے کاموں پر زکوۃ وصدقات واجبہ کے علاوہ رقم خرچ کرنا چاہیئے۔

۱۔مثلاً: ہسپتال کی تعمیرات،فرنیچر، بیڈ، ایکسرے اور الٹرا ساؤنڈ کی مشینیں لگوانا،خون وغیرہ ٹیسٹ کرنے مشینیں، ہسپتال کا بجلی کا بل، عملے کی تنخواہیں،ایمبولنس خریدنا وغیرہ۔

۲۔مثلاً: مسجد و مدرسہ کی تعمیر، دریاں، قالین، بجلی اور گیس کا بل، امام، مؤذن، خادم، مدرس وغیرہ کی تنخواہ قرآن پاک خرید کر دینا وغیرہ۔

۳۔یتیم خانہ کی تعمیر، روڈ کی مرمت، بل اور باغات لگانا، درخت خرید کر لگانا، نہریں جاری کرنا، آبشار وفوارے لگانا، چورنگی کی تعمیر کرنا، فٹ پات بنانا، بورنگ کرنا، کنویں کھودنا، میت گاڑی خریدنا، مردے کے لیے کفن دفن کا انتظام کرنا، فی سبیل اللہ پانی کی سبیل لگانا، قبرستان کے لیے زمین خریدنا۔

۴۔بچوں کے لیے کرسی، میز، بلیک بورڈ وغیرہ

ولا یجوز أن یبنی الزکاۃ المسجد ، وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکریو الانہار والحج والجہاد وکل مالا تملیک فیہ، ولا یجوز أن یکفن بہا میتٌ ولا یقضی بہا دینُ المیت کذا فی التبیین ، ولا یشتری بہا عبدٌ یعتقُ، ولا یدفع الی أصلہ وان علا وفرعہ، وان سفل کذا فی الکافی (ھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المعارف، ۱۸۸/۱، دار الفکر)

اہم بات: عام طور پر راستوں چوراہوں میں مانگنے والے بچوں کو زکوۃ کی رقم دے دی جاتی ہے یہ عموماً مستحق زکوۃ بھی نہیں ہوتے اور پیشہ ور ہوتے ہیں اس لیے ان کو زکوۃ کی رقم نہیں دینی چاہیئے اسی طرح نشہ آور لوگوں کو زکوۃ وصدقات

وغیرہ کی رقم نہیں دینا چاہئے کیونکہ ان کو دینے سے گناہ کے کام پر تعاون کرنا ہے جو نا جائز ہے کیونکہ یہ اس رقم کو اسی نشہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اسی طرح عام طور پر مطلقہ یا بیوہ عورتوں کو لوگ زکوۃ کی رقم دیتے ہیں جب کہ وہ خود مالدار ہوتی ہیں ایسی صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

پرندوں اور دیگر جانوروں کو دانہ،خوراک ڈالنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔اگر چہ یہ ثواب کا کام ہے لیکن اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی،زکوۃ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ کسی مسلمان کو باقاعدہ مالک وقابض بنا کر دی جائے جو کہ سید،سیدہ نہ ہو اور صاحب نصاب بھی نہ ہو یعنی شریعت کی نظر میں فقیر ہو۔

فھی تملیك المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ ،بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالیٰ ھذا فی الشرع كذا فی التبیین (ھندیہ ۱/۱۷۰،رشیدیہ)

س: وکیل زکوۃ کی رقم خود اپنے اوپر خرچ کردے تو مؤکل کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

ج:اگر مؤکل وکیل کو کسی متعین شخص یا مدرسہ میں زکوۃ کی رقم دینے کے لیے کہے اور وہ اس میں نہ دے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔وکیل ضامن ہوگا اور اگر مؤکل اس کو مطلقاً اختیار دے کہ جہاں چاہے خرچ کردے کسی غیر کو زکوۃ دینے کا نہ کہے تو اس صورت میں اگر وہ مستحق ہو اور اپنے اوپر خرچ کیا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته لالنفسه الا اذا قال بھما ضعھا حيث شئت ...الخ وفی الشامية، وھنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل قد امره بالدفع الیٰ فلان فلا يملك الدفع الیٰ غيره كمالو اوصی لزيد بكذا ليس للوصی الدفع الیٰ غيره (التنویر مع الرد ۲/۲۶۹،،ط،سعید)

امام مسجد کو تنخواہ میں زکوۃ دینے کا حکم:

واضح رہے کہ زکوۃ کی رقم کسی چیز یا خدمت کے عوض کے طور پر دینا جائز نہیں ہے، لہٰذا امام صاحب کو تنخواہ کے طور پر زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، بلکہ تنخواہ کی ادائیگی الگ سے کرنی ہوگی، خواہ پیسوں کی صورت میں ہو یا متعین اجناس کی صورت میں باہمی رضامندی سے کوئی بھی صورت طے کی جاسکتی ہے۔

نیز اگر امام صاحب مستحق زکوۃ ہوں، تو انہیں تنخواہ یا کسی چیز کے معاوضے کے بغیر زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

أما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرطٍ قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى (ھندیہ ج۱ ص۱۷۰، کتاب الزکوۃ، الباب الاول، دار الفکر)

غیر مسلم محتاجوں کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی:

زکوۃ کا مال صرف مستحق مسلمان کو دینا ضروری ہے البتہ غیر مسلم بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ زکوۃ وصدقات واجبہ کے علاوہ مد میں تعاون کرنا چاہئے، اور دین اسلام کی طرف راغب کرنے کی نیت سے تعاون کریں تو زیادہ اجروثواب ہوگا۔ (بشرطیکہ وہ غیر مسلم مسلمانوں کے خلاف کسی بھی صورت میں برسرِ پیکار نہ ہو)

وأما أهل الذمه فلا يجوز صرف الزكاة اليهم بالاتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع اليهم بالاتفاق واختلفو في صدقه الفطر والنذور والكفارات قال ابو حنيفة ﷫ ومحمد﷫ يجوز الا أن فقيراً المسلمين أحب الينا ، وأما هر بيٌّ المستأمن فلا يجوز دفع الزكاة وصدقة الواجبة اليه بالاجماع ويجوز صرف التطوع اليه كذا في السراج والوهاج (ھندیہ ۱۸۶/۱، رشیدیہ)

زکاۃ کے پیسوں سے پانی کا پلانٹ لگانا اور تالاب بنانا:

واضح رہے کہ زکاۃ کی ادائیگی کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ زکاۃ کی رقم کسی فقیر کو مالک بنا کر اس کے ہاتھ میں وہ رقم دی جائے۔لہٰذا کسی ایسے مصرف میں زکاۃ کی رقم لگانا جس سے فائدہ تو غریب مستحق اُٹھا رہے ہوں،مگر وہ رقم ان کی ملکیت میں نہیں دی جا رہی ہو،اسی طرح صرف کرنے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی،گو یہ بہت ہی ثواب کا کام ہے۔

لہٰذا پانی کا پلانٹ لگانے اور تلاب بنانے کے لیے زکاۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں ہے، بلکہ وہ رقم کسی فقیر مستحق کے ہاتھ میں دینا ضروری ہے اس کے بغیر وہ رقم زکاۃ میں شمار نہیں ہوگی یہ کام نفلی صدقات یا عطیات سے کروا لیجئے یا دیگر اصحاب خیر کو متوجہ کر دیجئے۔

لایجوز أن یبنی بالزکاۃ المسجدأو کذاالقناطروالسقایات، واصلاح الطرقات، و کریو الانہار والحج والجہاد، وکل مالا تملیك فیه، ولا یجوز أن یکفن بها میت، ولا یقضی بها دین المیت کذا فی التبیین (ھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، رشیدیہ)

ایک اہم بات:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور استعمال زکوۃ:

امام غزالیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ہمیشہ اپنی زکوۃ و خیرات اہل علم پر ہی خرچ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ نبوت کے درجہ کے بعد علماء کے درجہ سے افضل کسی کا مرتبہ نہیں دیکھتا ہوں، کیونکہ اگر اہل علم تنگدست ہوں گے تو دین کی خدمت نہیں ہو سکے گی جس کی وجہ سے دینی کام میں نقص آئے گا۔ لہٰذا علمی خدمت کے لیے ان کو فارغ اور بے فکر کر دینا چاہئے۔یہ سب سے افضل اور بہتر ہے

(احیاء العلوم ص ۳۸۰، ج ۱)

اسی طرح دینی مدارس میں علم دین حاصل کرنے والے غریب طلباء کرام بھی داخل بھی زکوۃ کا بہترین مصرف ہیں۔فقہاء کرام نے دینی طلبہ کو فی سبیل اللہ میں داخل فرمائی ہے اور طلبہ ابن سبیل میں داخل ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینی طلبہ کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے کی تاکیدی وصیت فرمائی ہے۔

نوٹ: البتہ جو طالب علم غریب نہیں بلکہ مالدار ہیں اور مسافر بھی نہیں تو ایسے طالب علم کو زکوۃ دینا اور اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔

مویشیوں میں زکوۃ:

گھریلو جانوروں میں سے صرف بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اُونٹوں میں زکوۃ فرض ہے، اور اس پر اتفاق ہے بشرطیکہ وہ بقدر نصاب ہونے کے ساتھ سائمہ بھی ہوں۔سائمہ ان مویشیوں کو کہا جاتا ہے جو سال کے اکثر دنوں میں عام چراگاہوں میں چرتے ہوں ان کے بالمقابل وہ مویشی جن کو سال کے اکثر حصے میں گھروں سے چارہ کھلایا جاتا ہے ان میں زکوۃ نہیں، ایسے جانورں کو علوفہ کہا جاتا ہے۔

أما السائمة فهي الراعية التي تكتفي بالرعي يطلب منها وهو العين وهو النسل واللبن فأذا علفها في مصرا وفي غير مصر فهي علوفة (قاضی خان ۲۱۷/۱)

اُونٹ کا نصاب:

پانچ اُونٹوں سے کم پر کوئی زکوۃ واجب نہیں، البتہ اگر تجارت کے اُونٹ ہوں تو ان میں تجارتی سامان کی طرح زکوۃ عائد ہوگی۔

نمبرشمار	اُونٹوں کی تعداد	مقدار واجب یعنی شرح زکوۃ
۱	۵ تا ۹	ایک بکری
۲	۱۰ تا ۱۴	دو بکریاں
۳	۱۵ تا ۱۹	تین بکریاں
۴	۲۰ تا ۲۴	چار بکریاں
۵	۲۵ تا ۳۵	یکسالہ اُونٹنی (بنت مخاض)
۶	۳۶ تا ۴۵	دوسالہ اُونٹنی (بنت لبون)
۷	۴۶ تا ۶۰	تین سال اُونٹنی (حقہ)
۸	۶۱ تا ۷۵	چارسالہ اُونٹنی (جذعہ)
۹	۷۶ تا ۹۰	دوسالہ دو اُونٹنیاں
۱۰	۹۱ تا ۱۲۰	تین سالہ دو اُونٹنیاں
۱۱	۱۲۵ تا ۱۲۹	تین سالہ دو اُونٹنیاں اور ایک بکری
۱۲	۱۳۰ تا ۱۳۴	تین سالہ دو اُونٹنیاں اور دو بکریاں
۱۳	۱۳۵ تا ۱۳۹	تین سالہ دو اُونٹنیاں اور تین بکریاں
۱۴	۱۴۰ تا ۱۴۴	تین سالہ دو اُونٹنیاں اور چار بکریاں
۱۵	۱۴۵ تا ۱۴۹	تین سالہ دو اُونٹنیاں اور یکسالہ اُونٹنی
۱۶	۱۵۰ تا ۱۵۴	تین عدد تین سالہ اُونٹنیاں
۱۷	۱۵۵ تا ۱۵۹	تین عدد تین سالہ اُونٹنیان اور ایک بکری
۱۸	۱۶۰ تا ۱۶۴	تین عدد تین سالہ اُونٹنیاں اور دو بکریاں

۱۹	۱۶۵ تا ۱۶۹	تین عدد تین سالہ اُونٹنیاں اور تین بکریاں
۲۰	۱۷۰ تا ۱۷۴	تین عدد تین سالہ اُونٹنیان اور چار بکریاں
۲۱	۱۷۵ تا ۱۸۵	تین عدد تین سالہ اُونٹنیان اور ایک سالہ اُونٹنی
۲۲	۱۷۶ تا ۱۹۵	تین عدد تین سالہ اُونٹنیاں اور ایک عدد ۲ سالہ اُونٹنی
۲۳	۱۹۶ تا ۲۰۴	چار عدد تین سالہ اُونٹنیاں

اسی طرح ایک سو پچاس کے بعد سے پچاس پر نئے سرے سے حساب شروع ہوگا اور ہر پانچ اُونٹ پر ایک بکری، اور ہر پچیس پر ایک یک سالہ اُونٹنی اور ہر چھتیس پر ایک دوسالہ اُونٹنی اور ہر پچاس پر ایک تین سالہ اُونٹنی واجب ہوگی۔

گائے بھینس کے نصاب کا جدول:

نمبر شمار	گائے/بھینس کی تعداد	مقدار واجب یعنی شرح زکوۃ
۱	۱ تا ۲۹	کچھ نہیں
۲	۳۰ تا ۳۹	یک سالہ بچھڑا یا بچھڑی
۳	۴۰ تا ۵۹	دوسالہ گائے یا بیل
۴	۶۰ تا ۶۹	دو یکسالہ بچھڑے یا بچھڑیاں
۵	۷۰ تا ۷۹	ایک دوسالہ اور ایک یکسالہ بچھڑا یا مؤنث
۶	۸۰ تا ۸۹	دو عدد دوسالہ گائے یا بیل
۷	۹۰ تا ۹۹	تین یکسالہ بچھڑے یا بچھڑیاں
۸	۱۰۰ تا ۱۰۹	ایک دوسالہ اور دو یکسالہ بچھڑے یا بچھڑیاں

اسی طرح ہر تیس گائے بھینس میں ایک یکسالہ اور ہر چالیس میں دوسالہ فرض ہوجائے گا۔

بھیڑ بکریوں کے نصاب کا جدول:

نمبر شمار	بھیڑ/بکریوں کی تعداد	مقدار واجب یعنی شرح زکوۃ
۱	۴۰ تا ۱۲۰	ایک بکری یا بکرا
۲	۱۲۱ تا ۲۰۰	دو بکریاں
۳	۲۰۱ تا ۳۹۹	تین بکریاں
۴	۴۰۰	چار بکریاں

چارسو کے بعد ہرسو میں ایک بکری دینا لازم ہے۔

عُشر کا حکم:

زکوۃ کی طرح عُشر بھی قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس ہر ایک کی رو سے سے مشروع اور فرض ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاٰتُوا حقّه يومَ حَصَادِهٖ (الانعام:۱۴۱)

ترجمہ: کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَاأيها الذين اٰمنُوا أنفِقُوا مِنْ طيّبٰتِ مَا كسبتُم ومِمّا أخرجنَا لكم من الارض (البقرۃ ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں اور زمین کی پیداوار سے خرچ کرو۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

فيما سقت السمآء العشر وفيما سقى بالنضح نصف العشر (السنن الکبریٰ للبیہقی ، کتاب الزکوۃ باب قدر الصدقۃ ، فیما اُخرجت الارض ، رقم ۷۷۵۷، ۲۶/۶)

ترجمہ: جس کھیتی کو بارش کا پانی سیراب کرے اس میں عُشر واجب ہے اور جو کھیتی ڈول یا رہٹ سے سیراب کی جائے تو اس میں نصف عُشر ہے۔

اسی طرح اجماع امت اور عقل وقیاس سے بھی اس کی فرضیت ثابت ہے علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح زکوۃ کی فرضیت علی الفور بلا تاخیر ہے تو اسی طرح عُشر حکم بھی فرضیت علی الفور کا ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکوۃ، فصل فی زکوۃ الزروع الثمار: ۲/۴۹۳۔۴۹۵)

واضح رہے کہ زمین سے جو غلہ، نکلتا ہے، اس کا عُشر ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، البتہ زمین کی اس پیداوار میں عُشر واجب ہوتا ہے جس سے آمدنی حاصل کرنا یا پیداوار سے فائدہ اُٹھانا یا مقصود ہو، اور ایسی نیت سے اس کو لگایا جائے اور جو اشیاء خود ہی بغیر قصد کے تبعاً حاصل ہو جائیں ان میں عُشر لازم نہیں ہوتا۔

ومنها أن يكون الخارج من الارض مما يقصد بزراعته نماء الارض وتستغل الارض به عادةً ، فلا عُشر فى الحطب والحشيش والغصب الفارسى، لأن هذه الأشياء لا تستنمى بها الارض ولا تستغل بها عادةً لأن الأرض لاتسمونها ، بل تفسد، فلم تكن نماء الارض حتىٰ قالوا فى الارض، اذا اتخذها مقصبه وفى شجره الخلاف التى تقطع فى كل ثلاث سنين، أو أربع سنين أنه يجب فيها العُشرة لأن ذلك غلة واخرة (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۵۸، فصل الشرائط المحليمۃ، سیعد)

عُشر کے بارے میں کوئی حد مقرر نہیں ہے، پیداوار کم ہو یا زیادہ، دونوں صورتوں میں پیداوار پر عُشر لازم ہوگا، پھر اگر وہ زمین سال کے اکثر حصے میں قدرتی آبی وسائل (بارش، ندی، چشمہ وغیرہ) سے سیراب کی جائے تو اس میں عُشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہوگا۔ اور اگر وہ زمین مصنوعی آب رسانی کے آلات وسائل مثلاً، ٹیوب ویل یا خریدے ہوئے پانی سے سیراب کی جائے تو اس میں نصف عُشر یعنی کل پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہوگا۔

نیز واضح رہے کہ کھیتی کی تیاری میں جو اخراجات ہوتے ہیں مثلاً؛ آب رسانی، مزدوری، کھاد وغیرہ انہیں آمدنی سے منہا نہیں کیا جائے گا، بلکہ مجموعی پیداوار میں سے عُشر نکالنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ: عُشر کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا مصرف ہے یعنی جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی مقدار ضروریات اصلیہ سے زائد مال یا سامان نہیں ہے ایسے شخص کو عُشر دیا جاسکتا ہے۔

زمین سے اُگنے والی مختلف اشیاء میں عُشر کس پر نہیں ہے:

ا۔س: گندم کے بھوسے میں زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

ج: عُشر وجوب گندم پر ہوگا۔بھوسہ چونکہ گندم ہی کا حصہ ہے اس پر علیحدہ سے عُشر واجب نہیں ہوگا۔

ویجب العُشر عند أبنی حنیفة ﷺ فی کل ما تخرجه الارض من الحنطة والشعیر الخ (عالمگیری ص ۲۰۴ ج ا)

۲۔ایسے درخت جو کھیتوں کے کناروں پر لگے ہوئے ہوں تو ان میں عُشر واجب نہیں لیکن اگر ان کا باغ لگایا جائے تو ایسی صورت میں ان میں بھی عُشر واجب ہوگا۔

۳۔خودرو گھاس میں عُشر کا حکم:

خودرو گھاس میں اگرچہ عُشر واجب نہیں لیکن جب اس کی حفاظت کر کے باقاعدہ ذریعہ آمدنی بنایا جائے تو پھر اس میں بھی عُشر واجب ہے۔

فلا عُشر فی الحطب والحشیش والقصب والطرفاء والسعب الخ (ھندیہ ۱/۱۸۶، رشیدیہ)

۴۔گھر کے پھل دار درخت میں عُشر ادا کرنا ضروری نہیں ہے چاہے خودرو ہو یا لگائے ہوئے ہوں۔

وخرج ثمرة شجر فی دار رجل، ولو بستاناً فی داره، لأنه تبع للدار، کذا فی الخانیة، عن الفهستانی

(ردالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العُشر ۲۰/۳۲۵، سعید)

۵۔زرعی زمین میں خودرو درخت جو بغیر قصد کے تبعاً حاصل ہوئے ہوں ان میں عُشر لازم نہیں ہوگا۔البتہ اگر کسی علاقے میں مذکورہ خودرو درختوں کی آبیاری اور نگہداشت اسی مقصد سے ہوتی ہو کہ ان کو کاٹ کر فروخت کیا جائے اور ان کی دیکھ بھال کی جاتی ہو۔ان سے کمائی مقصود ہوتی ہو تو ایسی صورت میں خودرو درختوں میں بھی عُشر واجب ہوگا۔

أو فیها دلب أو صنوبر ونحوها، وکان یقطعه وبیعه یجب فیه العُشر، کذا فی محیط السرخسی

(ھندیہ، ج ا ص ۱۸۶، رشیدیہ)

۶۔ پہاڑی علاقوں کے وہ پھول جن کی پیداوار قدرتی ہو نہ کوئی پانی دیتا ہو اور نہ اس کی کوئی حفاظت ہوتی ہو لیکن لوگ ان کو لا کر فروخت کرتے ہیں تو ان میں عُشر واجب نہ ہوگا، چونکہ حکومت ان کی حمایت نہیں کرتی (ان سے حاصل ہونے والا نفع کو دیکھا جائے گا)۔

ویجب العُشر فی ثمرۃ جبلٍ أو مفارۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود لا ان لم یحمہ لانہ کالصید (حاشی ردالمختار ۶۶/۲، باب العُشر)

۷۔ درخت کے پتوں میں عُشر واجب نہیں، خواہ بازار میں فروخت ہوتے ہوں یا فروخت نہیں ہوتے کیونکہ عُشر کے وجوب کا دار ومدار قصداً استنماء پر ہے البتہ اگر توت کے درخت لگانے سے یہ اوراق مقصود ہوں تو اس میں عُشر واجب ہوگا۔ اسی طرح درختوں کے تنے میں عُشر واجب نہیں ہے نیز جس درخت کی شاخ نیزہ وغیرہ کے لیے درکار ہو تو اس کے تنے میں عُشر نہیں لیکن ان شاخوں میں عُشر واجب ہوگا۔

ولا یجب فیما یخرج من الاشجار کصمغ والقطر ان ولا فیما ھو تابع للارض کالنخل والاشجارۃ لانھا کالارض ولا تستبعھا الارض فی البیع ولا فی کل بزر لایطلب بالزراعۃ کبزر البطیخ والقثاء لکونھا غیر مقصود فی نفسھا (فتح القدیر ۱۸۷/۲، باب الزکاۃ الزروع الثمار)

عُشر کے مصارف:

واضح رہے کہ عُشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے مصارف ہیں جس طرح زکوۃ ادا ہونے کے لیے مسلمان مستحق زکوۃ کو کسی قسم کے معاوضے کے بغیر مالکانہ طور پر دینا ضروری ہے اسی طرح عُشر کی ادائیگی کا بھی یہی طریقہ ہے۔

مصرف الزکوۃ العُشر ھو فقیر، ومسیکن، وتحتہ فی الشامی وھو مصرف أیضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ، والنذر وغیر ذالك من الصدقات الواجبۃ (الدرمع الردج ۲ ص ۳۳۹، سعید)

شہد میں زکوۃ:

احادیث اور فقہ کی عبارات کے مطابق شہد میں عُشر واجب ہے، یعنی کُل پیداوار کا دسواں حصہ صدقہ کرنا واجب ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كتب رسول الله ﷺ الى أهل اليمن أن يؤخذ من أهل العسل العشور (مصنف عبدالرزاق ۴/۶۳)

ويجب العُشر في العسل اذا كان في أرض العُشر...الخ (ھندیہ: ج۱ ص۱۸۶، دارالفکر)

شہد کے چھتے اگر عُشری زمین میں ہوں تو ان میں عُشر واجب ہے ورنہ نہیں۔

نفلی صدقات وغیرہ:

جو مال اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی راہ مین غرباء و مساکین کو دیا جائے یا خیر کے کسی کام خرچ کیا جائے اسے صدقہ کہتے ہیں۔

صدقہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔فرض: جیسے زکوۃ

۲۔واجب: جیسے نذر، صدقۃ الفطر اور قربانی وغیرہ

۳۔نفلی صدقات: جیسے عام خیر خیرات۔

جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے کے لیے ادیا جائے اور آدمی پر اس کی ادائیگی فرض نہیں ہوتی۔

اور اس تعریف کے وہ ہدیئے جو محبت کی وجہ سے دیئے جاتے ہیں نکل جاتے ہیں اور واجب صدقات بھی اس تعریف کی وجہ سے نکل جاتے ہیں۔

نفلی صدقے کا حکم اور فضائل:

نفلی صدقہ تمام اوقات میں مستحب ہوتے ہیں اور خاص کر حاجت کے وقت اور کتاب اور سنت میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔ یاأیهاالذین اٰمنُوا أنفِقُو ا ممّا رزقنا کم مِنْ قبلِ أن یاتیی یومٌ لا بیعٌ فیه ولا خلّةٌ ولا شفاعة والکافرون هم الظالمون (البقرۃ:ایت ۱۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والوں! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں۔

اس آیت شریفہ میں مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور لفظ رزقنا کم میں یہ بتادیا کہ یہ مال ہمارا دیا ہوا ہے جس نے مال دیا، اس کا پورا پورا حق ہے کہ مال خرچ کرنے کا حکم فرمائے نیک کاموں میں فرائض واجبات کے مصارف بھی ہیں اور مستحب ونفلی صدقات بھی اور جس طرح بدنی عبادات (نماز، روزہ) آخرت کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہیں اسی طرح مالی عبادات اس کا سبب ہیں۔

(انوار البیان ج،۱ص ۳۵۸)

مثل الذین یُنفِقُون اموالهم فی سبیل اللہِ کمثل حبّةٍ سبع سنابِلَ فِی کُلِّ سنبُلةٍ مِّائةُ حبّة، واللہُ یُضٰعفُ لمن یشآء واللہُ واسعٌ علیمٌ (البقرۃ: آیت ۲۶۱)

ترجمہ: مثال ان لوگون کی جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس نے اُگائے سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ چند دو چند کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ یہ کہ جیسے کوئی دانہ زمین میں گر جائے پھر اس سے ایک درخت نکل آئے اس درخت میں سات بالیں ہوں اور بالی میں سو دانے ہیں

اس طرح سے ایک دانہ کے سات سو دانے بن گئے، اللہ تعالیٰ ایک درہم یا ایک دینار یا ایک روپیہ یا ایک پیسہ خرچ کرنے پر اس کے عوض ثواب میں سات سو گُنا عطا فرماتے ہیں اور سات سو پر بھی کوئی منحصر نہیں ہے اس سے زیادہ بھی عطا فرمادیتے ہیں۔ (انوارالبیان ج ۱ ص ۳۷۰)

۳۔ الذین یُنفِقُون اموالهم فی سبیل الله ثم لایُتبعُون مآ انفقُوا منّاً وّ لا اذًی لهم اَجرُهُم عند ربهم ولا خوفٌ علیهم ولاهُم یحزنُون (البقرۃ: آیت ۲۶۲)

ترجمہ: جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں دھرتے اور ایذا نہیں پہنچاتے ان کے لیے ثواب ہے ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

ان آیات میں اول تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت بتائی ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجر و ثواب ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوں گے، اور ساتھ ہی دو باتوں پر تنبیہ فرمائی: اوّل یہ کہ جس کسی کو مال دیں اس پر احسان نہ دھریں اور اسے تکلیف نہ پہنچائیں۔ (انوارالبیان: ج ۱ ص ۳۷۱)

۴۔ ومثل الذین یُنفقُون اموالهُم ابتِغاء مرضات الله وتثبِیتًا من انفسهم کمثلِ جنّةٍ بِرَبوةٍ اصَابَهَا وابِلٌ فاٰتت اُکُلهَا ضعفَینِ فان لم یُصِبهَا وَابِلٌ فطَلٌّ واللهُ بما تعملون بصیرٌ (البقرۃ: آیت ۲۶۵)

ترجمہ: اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اور اپنے نفسوں کو پختہ کرنے کے لیے ایسی مثال ہے جیسے ایک باغ ہو کسی ٹیلہ پر جس کو پہنچ جائے زوردار بارش پھر وہ دوگنا پھل لایا ہو۔ پس اگر زوردار بارش نہ پہنچی تو ہلکی بوندا باندی بھی اسے کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

اس آیت شریف میں مؤمنین صالحین مخلصین کے مال خرچ کی ایک مثال بتائی ہے اور اس مثال میں ان کے ثواب کی کثرت اور عنداللہ مقبولیت ظاہر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اور اس خرچ کرنے میں ان کی یہ بھی نیت ہے کہ ان کے نفس اس نیکی پر پختہ ہو جائے تا کہ نفس خرچ کرنے کے خوگر (عادی) رہیں اور کنجوسی کو پاس نہ آنے دیں تو ایسے لوگوں کے خرچ کرنے کے ثواب کے اعتبار سے

ایسی مثال ہے جیسے کسی ٹیلے پر ایک باغیچہ ہو (ٹیلوں کی آب وہوا باغوں کے لیے نہات مناسب ہوتی ہے) پھر اُوپر سے زوردار بارش بھی ہوجائے تو زمین کو اور زیادہ قوت وطاقت پہنچ جائے جس کی وجہ سے دوگنا پھل آجائیں چونکہ یہ باغیچہ اونچے ٹیلہ پر ہے اس لیے زوردار بارش نہ ہو تو تھوڑا بہت چھینٹا بھی اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے جس طرح اس باغیچہ میں پھل خوب زیادہ کثیر مقدار میں آئیں گے اہل ایمان اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے جو مال خرچ کریں گے اسی طرح ان کے خرچ کرنے کا ثواب بھی بہت زیادہ ملے گا۔(انوارالبیان: ج ا ص ۳۷۳)

احادیث مبارکہ صدقہ خیرات کی فضیلت میں:

ا۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من تصدّق بعدل تمرۃٍ من کسب طیّبٍ ولا یقبلُ اللہُ الا الطیّب فان اللہ یقبلُھَا بیمینِہٖ ثُمَّ یُربّیھا لصاحبِھَا کما یُربّی أحدُکُم فلّوہ حتیّٰ تکونَ مِثلَ الجَبَل (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ ؓ، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ایک کھجور کے بقدر بھی صدقہ کرے (بشرطیکہ) طیب مال سے ہو (خبیث مال سے نہ ہو) اس لیے کہ حق تعالیٰ شانہ طیب مال کو ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کی پرورش کرتا ہے جیسا کہ تم لوگ اپنے بچھیڑے (گھوڑے کا بچہ) کی پرورش کرتے ہو حتی کہ وہ صدقہ بڑھتے بڑھتے پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔

۲۔ وعن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: کنتُ مع النبیّ ﷺ فی سفر فذکر الحدیث الی أن قال فیہ، ثم قال: یعنی النبیّ ﷺ: ألا ادُلُّکَ علیٰ ابواب الخیر، قلتُ بلیٰ یارسول اللہ ﷺ: قال: الصومُ جُنّۃٌ، الصدقۃُ تُطفِئِ الخطیئۃَ کما یطفئ النّار (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل ؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا (پھر طویل حدیث ذکر کی جس میں یہ (بھی) ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو خیر کے دروازے نے بتلاؤں؟ (یعنی جن دروازں سے

آدمی خیر تک پہنچتا ہے) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں، ارشاد فرمایا: روزہ ڈھال ہے (یعنی جیسے ڈھال کی وجہ سے آدمی دشمن کے حملہ ہو روکتا رہتا ہے اسی طرح روزہ کے ذریعہ شیطان کے حملوں کو روکتا ہے) اور صدقہ خطاؤں کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

۳۔ وعن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ : انّ الصدقة لتُطفِي غضَب الرّبِّ وتدفع ميتةالسُوءِ (رواہ الترمذی وابن حبان فی صحیحہ)

وروى ابن المبارك في كتاب البر شطره الاخير ولفظه : ان الله ليدرأ بالصّدقَةِ سبعين باباً من ميتة السُوءِ

ترجمہ: حضرت انس ؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت سے حفاظت کرتا ہے (ترمذی، ابن حبان) ابن مبارکؒ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے بُری موت کے ستر دروازں کو دور کردیتا ہے۔

۴۔وعن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: كل امريٍ في ظلّ صدقته حتى يقضىٰ بين الناس ۔ قال يزيد فكان ابو الخير مرثدٌ لا يخطئه يومٌ الا تصدق فيه بشئٍ ولو بكعكةٍ أو بصلة ۔ (رواہ احمد ابن حبان فی صحیحھا والحاکم وقال: صحیح علی شرط مسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سُنا کہ (قیامت کے دن) ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا جب تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ نہ ہوجائے ۔ یزید کہتے ہیں کہ ابوالخیر مرثد کا کوئی دن ایسا خالی نہ جاتا تھا جس میں وہ کچھ صدقہ نہ کریں خواہ کیک یا پیاز ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔وعن الحسن رضی اللہ عنہ قال: قال رسول ﷺ فيما يروى عن ربه عزوجل انه يقول يا ابن آدم افرُغ من كنزِك عندي لا مرق ولا غرَقَ ولا سَرَقَ أفيكه أحوَجَ ما تكونُ اليه. (رواہ الطبرانی والبھقی)

ترجمہ: حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم! ایسا خزانہ میرے پاس امانت رکھ دے نہ اس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ نہ غرق ہوجانے کا۔ نہ چوری کا۔ میں ایسے وقت میں وہ تجھ کو پورا پورا واپس کروں گا جس وقت تجھے اس کی انتہائی ضرورت ہوگی۔

۶۔ وعن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یخرجُ رجلٌ شیئاً من الصدقۃ حتّٰی یفكّ عنها لحییٔ سبعین شیطاناً (رواہ احمد۔۔الخ)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کوئی آدمی صدقہ میں کو چیز ستر شیاطین سے چھوٹنے کے بعد ہی نکالتا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ ستر میں سے ہرایک اس کو صدقہ کرنے سے روکتا ہے۔

فائدۃ: مطلب یہ ہے کہ آدمی جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو ستر شیاطین اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کو صدقہ کرنے سے مختلف وساوس ڈال کر روکتے ہیں کبھی اس کی ضرورتیں سامنے کر دیتے ہیں، کبھی بیوی بچوں کی، کبھی یہ خیال کہ صدقہ سے مال کم ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ، لیکن آدمی عزم پختہ کر کے صدقہ نکال ہی دیتا ہے تو ستر شیاطین کا جال تار تار ہو کر رہ جاتا ہے۔

۷۔ وعن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان صدقۃ المسلم تزیدُ فی العُمر وتمنع میتۃ السُوءِ، ویُذھب اللہ بها الکبر والفخر (رواہ طبرانی، ترمذی، ابن خزیمہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوفؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مسلمان کا وہ صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تکبر اور فخر کو ہٹا دیتا ہے۔(تکبر اور فخر وغرور کبائر میں سے ہیں ان پر سخت وعیدیں وارد ہوئیں ہیں)۔

۸۔ وعن عمر رضی اللہ عنہ قال: أذکرنی أنّ الاعمال تباھیٰ فتقول الصدقۃ: أنا افضلکم (صحیح ابن خزیمہ، حکم)

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ اعمال آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں صدقہ کہتا ہے میں تم سب سے افضل ہوں۔

۹۔ وعنہ (یعنی ابی ھریرۃ رضی الہ عنہ) أنہ قال: یارسول اللہ ﷺ ، أیُّ الصّدقۃ أفضلُ ، قال: جھدُ المقلِّ وابدأ بمن تعول (ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ، حاکم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ ارشادفرمایا: نادار کی انتہائی کوشش اور خرچ کرنا، اُن لوگوں سے شروع کروجن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے (یعنی بیوی بچوں پر)

فائدہ: یعنی جوشخص خودضرورت مند ہو، فقیر ہو، نادار ہو، وہ اپنی کوشش سے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر جوصدقہ کرے وہ افضل ہے۔

حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ تین عمل بہت سخت ہیں یعنی ان میں بہت کا کام ہے ایک تنگ دستی کی حالت میں سخاوت، دوسرے تنہائی میں تقویٰ اور اللہ کا خوف تیسرے ایسے شخص کے سامنے حق بات کہنا جس سے خوف یا امید ہو (اتحاف)

۱۰۔ وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ، صنائع المعروف تفئ محَارِع السُوء وصدقہ السِرِّ تُطفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وصلۃُ الرجو تزیدُ فی العمر (طبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابوامامۃؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: معروفات اور نیکیوں کا کرنا بُری موت سے بچالیتا ہے، اور چُھپ کر صدقہ کرنا اللہ کے غصہ کو دور کرتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ وزیادتی (برکت) کا سبب ہے۔

نفلی صدقہ وخیرات کے باب میں جتنی احادیث نقل کی ہیں، الترغیب والترھیب کی شرح البشیر والنذیر ج ۱ ص ۲۵۱، ۲۶۰ سے اخذ کی ہیں)

صدقۃ الفطر:

صدقہ فطر کیا ہے؟

فطر کے معنیٰ روزہ کھولنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں۔شرعی اصطلاح میں اُس صدقہ کا نام صدقہ فطر ہے جو ماہ رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔

نیز صدقہ فطر رمضان کی کوتاہیوں،اور غلطیوں کا کفارہ بھی بنتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدق فطر روزہ دار کی بے کار بات اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا ہے۔

(ابوداؤد،ج٦،١٦ابن ماجہ)

صدقہ فطر مقرر ہونے کی وجہ:

عید الفطر میں صدقہ اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اس میں روزہ داروں کے لیے گناہوں سے پاکیزگی اور ان کے روزوں کی تکمیل ہے، نیز مالداروں کے گھروں میں تو اُس روز عید ہوتی ہے،مختلف قسم کے پکوان پکتے ہیں اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں، جبکہ غریبوں کے گھروں میں بوجہ غربت اسی طرح روزہ کی شکل موجود ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مالدار اور اچھے کھاتے پیتے لوگوں پر لازم ٹھہرایا کہ غریبوں کو عید سے پہلے صدقہ فطر دے دیں۔تا کہ وہ بھی خوشیوں میں شریک ہو سکیں وہ بھی اچھا کھا پی سکیں اور اچھا پہن سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زکاۃ الفطر طھرۃٌ للصائم من الغو والرفث وطعمه للمساکین (سنن ابوداؤد)

(اس کا ترجمہ اوپر مذکور ہے)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صومُ شهرِ رمضان معلّق بين السمآء والارض ولا يرجع الى بزكاة الفطر (الترغيب والترهيب)

ترجمہ: رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق (لٹکے) رہتے ہیں جنہیں (اللہ کی طرف) صدقہ فطر کے بغیر نہیں اُٹھایا جاسکتا۔

صدقہ فطر کا وجوب:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا (بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ سے صدقہ فطر کے وجوب کا علم ہوا اب یہ وجوب ہر امیر اور غریب پر ہے یا صرف امراء پر تو دلائل کی روشنی میں یہ وجوب فقط امراء پر ہے جو مخصوص مقدار کے مال کے مالک ہوں۔ جس کی تفصیل ہے کہ جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکاۃ واجب ہو یا اس پر زکوۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب واشیاء سے زائد اتنی قیمت کا مال یا سامان اس کے پاس موجود ہو جس قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچتی ہو تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ فطر دینا واجب ہوتا ہے چاہے وہ مال تجارت کا ہو یا نہ ہو اور چاہے اس مال پر سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔

تجب على كل مسلم ذى نصاب فاضل عن حاجتة الاصلية كدينه وحوائج عياله (وان لم يتم)

(تنویر الابصار مع الدر المختار ۳/۳۶۶)

(ووجوبها بقدرة ممكنة) هى ما يجب بمجرد التمكن من الفضل فلا يشترط بقاء ها لبقاء الوجوب (تنویر الابصار مع الدر المختار ۳/۳۶۶)

نصاب زکوۃ اور نصاب فطر میں فرق:

زکوۃ فرض ہونے کے لیے سونا چاندی یا مال تجار کا ہونا ضروری ہے لیکن صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے یہ خصوصیت نہیں۔ بلکہ اگر کسی شخص کے پاس اس کے استعمال کے کپڑے یا روزمرہ کی ضروریات سے زائد تانبے کے برتن رکھے ہوئے ہوں، یا اور کسی قسم کا سامان اور اسباب ہوں جو اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہون، یا اس کے پاس غیر ضروری سامان جیسے ٹی وی وغیرہ ہو اور ان زائد چیزوں کی قیمت نصاب کے برابر ہو اور اس پر قرض بھی نہ ہو (جو اس زائد سامان کی قیمت کو نصاب سے کم کرے تو ایسے شخص پر زکوہ تو فرض نہیں لیکن اس کو زکوۃ لینا بھی حلال نہیں ہے اور صدقہ فطر ایسے شخص پر واجب ہے۔

واما الغنا الذی یحرم به اخذ الصدقة وقبولها فهو الذی تجب به صدقة الفطر والاضحیةوهو ان یملك من الاموال التی لاتجب فیها الزکوة مایفضل عن حاجته وتلبغ قیمتُه الفاضل مائتیِ درهم من الثیاب والفراش والدور والحوانیت زیادة علی ما یحتاج الیه کل ذلك بلا تزال والاستعمال (بدائع ۱۵۸/۲)

اگر کوئی آدمی غریب ہے صاحب نصاب نہیں ہے، تو اس پر صدقہ فطر شرعی اعتبار سے واجب تو نہیں ہے، لیکن اگر وہ خوشی سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتا ہے اور ثواب بھی ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن ابی صغیر رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابو صغیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أمّا غنِیُّکُم، فیزکّیه اللهُ وأمّا فقیرکُم، فیردُّ علیه أکثرُ مما یُعطِی (مسند احمد)

ترجمہ: غنی کو اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے) پاک کر دیتا ہے اور فقیر جتنا دیتا ہے اس کی طرف سے زیادہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔

صدقہ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے:

صدقہ فطر اپنی طرف سے، اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے، بشرطیکہ، وہ فقیر یعنی، صاحب نصاب نہ ہو واجب ہے، نابالغ اولاد اگر مالدار ہو تو صدقہ فطر ان کے مال سے ادا کرے مالدار ہونے کی صورت میں ان کی طرف سے ادا کرنا والد پر واجب نہیں ہے، ہاں اگر احساناً ادا کر دے تو جائز ہے، اسی طرح اپنی دیوانی اولاد خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہے، مذکورہ شرط کے ساتھ۔

وتجب عن نفسه وطفله الفقير كذا في الكافي والمعتوه والمجنون بمنزلة الفقير.....ثم اذا كان للولد الصغير أو المجنون مال فان الاب أو وصية اووحدهما اووصية يخرج صدقه الفطر انفسهما من لهما (ھندیہ ج۱/۱۹۲)

عورت پر جب کہ وہ صاحب نصار ہو تو صدقہ فطر اس پر خود واجب ہے۔ اگر اس کا شوہر ادا کرے گا تو احسان ہوگا اور ادا ہو جائے گا۔ عورت کا صدقہ اس کے باپ پر واجب نہیں ہے، اور عورت پر کسی اور کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

ولا يودى عن زوجته ولا عن اولاده الكبار وان كانوا في عماله ولو ادا عنهم اوعن زوجته اجزاهم استحساناً (ھدایہ ج ا ص ۱۹۱، باب صدقۃ الفطر)

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت:

عید الفطر کے دن جس وقت فجر کا وقت شروع ہوتا ہے (یعنی جب سحری کا وقت ختم ہوتا ہے) اس وقت یہ صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اور عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے پہلے اسے ادا کرنا وجوبی طور پر ضروری ہے۔

أن رسول الله ﷺ كان يأمرُ باخراج الزكاة قبل الغدوِّ للصّلوة يوم الفطر (سنن الترمذی)

اگر کوئی شخص کسی بھی وجہ سے عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا نہ کر سکا تو عید کی نماز کے بعد بطور قضاء اس صدقہ فطر کو ادا کرنا لازم ہوگا۔

لیکن بعد میں ادا کرنے کی صورت میں اس سے صدقہ فطر کی فضیلت ختم ہوجائے گی۔اور یہ عام نفلی صدقہ فطر کی طرح بن جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

من ادّاها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولةٌ ومن ادّاها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقاتِ(سنن أبی داوٗد)

کہ جس نے نماز عید سے پہلے اسے ادا کیا تو یہ مقبول زکوۃ ہے اور جس نے اسے نماز عید کے بعد ادا کیا تو یہ دوسرے صدقات کی طرح ایک صدقہ ہوگا۔

بہتر وافضل صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک میں ہی کسی بھی وقت ادا کردیا جائے،تا کہ غرباء ومساکین کا تعاون ہوسکے اور وہ بھی عید کی تیاریاں مکمل کرکے عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

لیکن رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا مفتیٰ بہ قول کے مطابق درست نہیں اس سے وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

والمختار اذا دخل شهر رمضان ويجوز وقبله لا يجوز وفي الظهرية ،وعليه الفتوىٰ

(الفتاویٰ التاتر خانیۃ ۳:۵۲۹ م)

عبادت میں چونکہ احتیاط کو پیش نظر رکھنا شریعت میں مطلوب ہے،اس لیے اسی قول پرعمل کرنا چاہئے چنانچہ ادا کرلیا جائے۔

اگر کسی کا بچہ عیدالفطر کے دن صبح صادق سے پہلے صبح صادق کے وقت پیدا ہوا ہے اور وہ شخص مالدار(صاحب نصاب) ہے تو اس پر اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا ہے،تو پھر شخص مذکور پر اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے،

ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر ،من ولد أو سلم قبله وجبت من ولد أو أسلم بعد لم تجب الخ (ھندیہ ج ۱ ص ۱۹۲،دارالفکر)

اسی طرح جو شخص صبح صادق سے پہلے مر گیا اس کے مال میں سے صدقہ فطر نہیں دیا جائے گا۔(تعلیم الاسلام ص ۱۲۸)
اگر کوئی شخص صبح صادق سے پہلے فقیر ہوجائے یا کافر مسلمان ہوجائے، صبح صادق کے بعد یا فقیر مالدار ہوجائے، صبح صادق کے بعد تو بھی صدقہ فطر واجب نہیں ہاں کوئی طلوع فجر سے قبل مسلمان ہوا یا فقیر مالدار ہو تو اگر چہ سال نہ گزرا ہو ان تمام صورتوں میں واجب ہوگا۔(بدائع ۲۰۶/۲)

صدقہ فطر کی مقدار:

۱۔ایک آدمی کا صدقہ فطر آدھا صاع گندم ہے اور گندم کے علاوہ دوسری چیزوں مثلاً جو، کھجور سے فطرہ دیا جائے تو اس کی مقدار ایک صاع ہے۔

نصف صاع من بُر أودقيقه أوسويقه أوزبيب أوصاع من تمر أوشعير (ردمع الدر ۳۷۲/۳)

۲۔اگر کوئی آدمی گندم اور جو وغیرہ کے بجائے نقد رقم سے فطرہ دینا چاہتا ہے تو یہ بھی جائز بلکہ بہتر ہے۔

(ودفع القيمة) اى الدراهم (افضل من دفع العين على المذهب)(الدرمع الرد ۳۷۶/۳)

جو شخص روپیہ وغیرہ سے فطرہ دینا چاہے تو وہ آدھا صاع گندم کی قیمت کے برابر ایک صاع جو یا صاع کھجور کی قیمت کے برابر ایک آدمی کا فطرہ دے۔

احتیاطا: گندم یا آٹا ۲ کلو یا اس کی قیمت
کھجور ساڑھے تین کلو یا اس کی قیمت
کشمش ساڑھے تین کلو یا اس کی قیمت
جو ساڑھے تین کلو یا اس کی قیمت
چھوہارے ساڑھے تین کلو یا اس کی قیمت

ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔
آدھا صاع پونے دو، دوسیر کا ہوتا ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق کون ہیں:

صدقہ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوہ کا مصرف ہے اور صدقہ فطر اور زکاۃ کے مستحق وہ افراد ہیں جو نہ ہی ہاشم (سیدوں یا عباسیوں وغیرہ) میں سے نہ ہو اور نہ ہی ان کے پاس ضرورت و استعمال سے زائد اتنا مال یا سامان موجود ہو جس کی مالیت نصاب (ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی موجودہ قیمت) تک پہنچے، ایسے افراد کو زکاۃ اور صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے۔

مصرف هذاه الصدقة ما هو مصرف الزكاة كذا في الخلاصة (الفتاویٰ الھندیہ ج ۱۸۱/۵)

صدقہ فطر سے متعلق چند متفرق مسائل:

۱۔ایک شہر سے دوسرے شہر میں صدقہ فطر بھیجنا مکروہ ہے (یعنی جو جہاں رہ رہے ہیں تو وہیں صدقہ فطر ادا کریں) ہاں اگر دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں غریب رشتہ دار رہتے ہیں یا وہاں کے لوگ زیادہ مستحق ہیں تو ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں۔

۲۔ایک آدمی کا صدقہ فطر کئی فقیروں کو اور کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دیا جاسکتا ہے۔

(وجاز دفع كل شخص فطرته الى) مسكين أو (مساكين على)ما عليه الأكثر وبه جزم في الولولجية والخانيه الى ان (كما جاز دفع صدقة جماعة الىٰ مسكين واحد بلا خلاف

(الدر مع الرد، ج ا ص ۳۶۷، ط؛سعید، کراچی)

۳۔جس شخص نے کسی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اسے بھی صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔

و كذلك وجود الصوم في شهر رمضان لمس بشرط لوجوب الفطرة حتىٰ ان من افطر لكبر أومرض أوسفر يلزمه صدقة الفطر (بدائع الصنائع ج ۲،ص۱۹۹، رشیدیہ)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

تجب الفطرۃ وان افطر عامدا (ردالمختار ج۳ ص۳۶۷، رشیدیہ)

۴۔غیر ملک میں مقیم شخص کس قیمت سے اپنا صدقہ فطر ادا کرے؟

بہت سے افراد کاروباری سلسلے میں اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں گئے ہوتے ہیں، تو ان کے لیے اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر نکالنے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر صدقہ فطر جنس کے اعتبار سے دینا چاہتا ہے تو گندم کے حساب سے پونے دوکلو گندم دے، اور کھجور، جو اور کشمش کے حساب سے ساڑھے تین کلو کھجور، جو اور کشمش دے، چاہے جس ملک میں وہ ہے وہاں وہ اس کی طرف سے دے دیں۔

اور اگر قیمت کے اعتبار سے صدقہ فطر دینا چاہتا ہے تو جہاں ادائیگی کرنے والا موجود ہے وہاں کا اعتبار ہوگا، لہٰذا ایسا شخص اس ملک میں اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا صدقہ فطر اس ملک کے نرخ کے حساب سے دے گا، البتہ اس بات کا اختیار ہے کہ ایسا شخص وہ قیمت خود اسی ملک میں ادا کر دے یا اس کی اجازت سے پاکستان وغیرہ میں اتنی ہی مقدار ادا کردی جائے۔

اس کے علاوہ اُس شخص کی بیوی اور اس کے بالغ بچے جو کہ پاکستان وغیرہ میں ہیں۔ان پر ان کا اپنا صدقہ فطر پاکستان کے نرخ کے مطابق دینا لازم ہوا ہے۔لہٰذا وہ خود پاکستان میں پاکستان کی قیمت کے حساب سے دیں گے اور اگر وہ شخص پاکستان سے باہر والے ملک میں ان کی طرف سے ادا کرنا چاہے تو اس پر صدقہ فطر نکالنے کے لیے ایسی قیمت اختیار کرنا بہتر ہے جس میں فقراء کا زیادہ فائدہ ہو۔

ثم المعتبر فی الزکاۃ مکان المال حتی لو کان ھو فی بلد، ومالہ فی بلد آخر یفرق فی موضع المال وفی صدقۃ الفطر یعتبر مکانہ لا مکان اولادہ الصغار وعبیدہ فی الصحیح، کذا فی التبیین، وعلیہ الفتویٰ، کذا فی المضمرات (ھندیہ ج۱/۱۹۰)

۵۔صدقہ فطر کی مقدار روزے کا فدیہ:

اگر کوئی شخص روزے نہ رکھ سکتا ہو، ایسا دائمی مریض ہو، جسے شفایابی کی امید نہ ہو یا بہت زیادہ بوڑھا ہو چکا ہو اور وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ایسا شخص اپنے روزوں کا فدیہ دے گا۔ اور ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، چاہے کسی بھی جنس سے دے، یا اس کی قیمت دے دے۔

فمن کان منکم مریضاً أو علیٰ سفر فعدۃٌ من ایّامٍ اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃٌ طعامُ مسکین۔۔۔الخ (البقرۃ:الایۃ ۱۸۴)

فصل فی العوارض المبیحہ لعدم الصوم۔۔۔أو مریض

خاف الزیادۃ لمرضہ وصحیح خاف المرض۔۔۔أو مریض خاف الزیادۃ أو ابطاء البرء أو ساد عضو (الدر المختار ۴۲۲/۲،سعید)

۶۔ اگر کسی کا کوئی روزہ چھوٹ جائے اور وہ زندگی میں اس کی قضا نہیں کر سکا تو مرنے کے بعد اس کی طرف سے فدیہ دینے سے اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

وارثین پر میت کا فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے اگر وہ خود سے ادا کر دیں تو ان کا احسان ہے، ہاں اگر میت نے اس کی وصیت کی ہے تو اس کے تہائی مال سے فدیہ کی وصیت کو پورا کرنا واجب ہوگا۔ اگر ایک تہائی ترکے میں تمام قضا نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے تو بہتر ورنہ جتنی قضا نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے وہ ادا کیا جائے، وارثین پر ایک تہائی سے زائد ترکہ سے فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔

عن نافع عن ابن عمر رضہ اللہ عنھما عن النبی ﷺ قال: من مات وعلیہ صیائم شھرٍ فلیطعم عنہ مکان کلِّ یومٍ مسکینًا (سنن الترمذی: رقم ۷۱۸)

۷۔ شریعت مطہرہ میں روزوں کے بدلے فدیہ دینے کی رخصت ایسے مرد اور عورت کے لیے ہے جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں یا کسی دائمی مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، لیکن اگر کوئی مرد یا عورت ایسی ہیں جنہوں نے مرض وغیرہ کی وجہ سے روزے نہ رکھے اور فدیہ دے دیا لیکن ان کو بعد میں روزہ رکھنے پر قدرت حاصل ہو جائے تو پھر ان کو سابقہ تمام روزوں کی قضا کرنی پڑے گی اور فدیہ نفلی صدقہ بن جائے گا۔

وأما وجوب الفداء فشرطه العجز عن القضاء عجزا لا ترجى معه القدرة فی جميع عمره فلا يجب الاعلىٰ الشيخ الفانی، ولا فداء علىٰ المريض والمسافر ولا على الحامل والمرضع، وكل من يفطر لعذر ترجى معه القدرة لفقد شرطه وهو العجز المستدام، وهذا لأن الفداء حلفٌ عن القضاء، والقدرة على الأصل تمنع المصير الىٰ الخلق كما فی سائرہ االاخلاق مع اصولها، ولهذا قلنا، ان الشيخ الفانی اذا فدى، ثم قدر على الصوم بطل الفداء (بدائع الصنائع ۲/۲۶۳)

توقع والتماس

الحمدللہ والمنہ کہ ۲۵/ محرم الحرام/ ۱۴۴۶ھ کو مقام ادارۃ المواعظ میں مقصود تمام ہوا، اہل فہم سے توقع ہے کہ اس رسالہ کے مسائل پر خصوصی توجہ فرمائیں گے، مقصود کو پیش نظر رکھ کر طاعات و معاصی کے ثمرات دنیا و آخرت کے سمجھیں گے، اور پچھلے معاصی سے توبہ کر کے آیندہ کے لیے عزم بالجزم، استقامت علی الطاعات اور اجتناب سیئات کا دل میں جمائیں گے، اور ہمیشہ ''توفیق'' اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں گے اور ان ناکارہ خلائق کے لیے بھی دعائے حصول رضائے الٰہی فرمالیا کریں گے۔

{سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ}

طالب دُعا: اسداللہ المدنی عفی عنہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ومما رزقناهم ينفقون

زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر کے اہم مسائل

مولف مولانا اسداللہ المدنی

مکتبہ ادراقالمواعظ

ناشر حیات پبلشر